

زندگی زندہ دلی کا ہے نام
مردہ دل خاک جیا کرتے ہیں

گلستاںِ طرقت

یعنی

مذاقِ لطیف کی گنجی، ہنسنے ہنسانے کی کل، کشتِ زعفران، دلی کا
سیکڑین، قہقہہ دیوار، آئینہ اسکندر، جامِ جم، چلا پڑنا، نورِ مجلس،
و۔ یعنی پھبتی کی مشین، شمعِ محفل، تبسمِ ناز، لطفِ زندگی، رفیقِ زندگی
لم غلط کرنے کا ہمیشہ آلہ، لکھنؤ کی صاف و شیریں زبان
مولفہ

جناب فشتہ لکھنؤی

امِ حقوق بنام مہا دیو پرشاد پبلشر نظیر آباد لکھنؤ محفوظ ہیں
بہ اہتمام سیٹھ کندن لال، لاگتِ مطبع

سیٹھ کندن لال پریس لکھنؤ میں چھپا

Indus Press
No. 1, Sec. 1, G.D. 1

گلستانِ طراقت

CHECKED

مرب

جناب نشر لکھنؤی



۷۸۶

C.

دیباچہ

ہندوستانیوں کا مزاج ہمیشہ سے مزاج پسند ہے۔ خاص کر لکھنؤ میں یہ عادت طبعیت ثانی بن گئی ہے۔ اور حقیقت میں مذاق کلام کا ننگ ہے۔ جس طرح مکھانا بغیر ننگ بے مزاربنا ہے اسی طرح گفتگو میں اگر مزاج کی ننگ پاشی نہ ہو تو مزاج نہیں آتا۔ اس پر بھی مذاق خاص و عام میں فرق ہے۔ اور مذاق صحیح وہی ہے جس میں تہذیب مانتے سے نہ گئی ہو۔ یہ ایک فن خاص ہے۔ شاہی میں تو آمر اور رؤساء کے مصاحبین اس کو فن بشریف سمجھ کر حاصل کرتے تھے۔ اور اسی کا نام علم ظہن تھا۔ ہر چیز کا بہت مال اچھا ہوتا ہے۔ ہنسنا ضرور باعث تفریح طبع ہے۔ لیکن غندہ بیجا باعث انقباض خاطر ہوتا ہے۔ عقلائے ہنسی کے بھی مراتب قائم کئے ہیں۔ مذاق، مستحضر، طرافت، مزاج، دلگی، میں فرق ہے۔ زمانہ شاہی میں شرفا زادے طوائفان شہر سے علم مجلس حاصل کرتے تھے۔ اور طوائفوں کو طرافت میں ایسا کمال حاصل ہوتا تھا کہ اچھے اچھے شہزادوں پر آواز سے مستی تھیں۔ اور وہ انکو شربت کے گھونٹ کی طرح پی جاتے تھے۔ اور انکی شیریں زبانی کی لادیتے تھے۔ کوئی لفظ بھی بار خاطر نہ ہوتا تھا۔ ایسی گفتگو کے تحت میں چند نکات پوشیدہ ہوتے ہیں جنکو اردو کے صنائع بدائع میں شمار کرنا چاہیے۔ ضلع، جگت، پیمختی، اوکھی، طعن، اکناہ، ذومنی، رعایت لفظی، اردو طرافت کے جزو اعظم ہیں۔ اور ان کے لئے بھی استعداد و علمیت کی ضرورت ہے۔ کچھ محاورے اور دھرمے سے کوئی فقرہ الگ نہ ہونے پاسے طرافت لازمہ ہی ہے۔ جو جرحہ اور بروقت ادا ہو جائے۔ رونے ہونے کو منہ دے۔ ایسے لطیفے اتفاق سے ادا ہو جاتے ہیں۔

عوام الناس انھیں لطیفوں کو چھٹیاں اور اڑان کہتے ہیں۔ ایسے لطیفے لطیفہ جو طبعیت کو سرد بخشنے کی بجائی شعر کے نظم سے نکل جاتے ہیں۔ جتنی تاثیر قلب و جگر پر حیر و نشتر کا کام کرتی

ہے۔ یہ بات ہر شخص کو حاصل نہیں ہوتی۔ خاص خاص لوگ اس کے اہل ہیں۔ میں جس وقت خواجہ محمد عبدالرؤف عشرت کاندھی کے ادبی و تاریخی، اور اخلاقی مضامین کتابی صورت میں جمع کرنے کی فکر میں تھا۔ اور ایک ایک رسالے ایک ایک اخبار کی تلاش میں شہر شہر پھرتا تھا۔ ایک ایک پرچے کی چوکنی چوکنی قیمت ادا کرتا تھا کبھی دوست احباب کی خوشامد مٹھی۔ کبھی غیر شناسا کا احسان اٹھاتا تھا۔ اور سبب بھی یہی تھا کہ برسوں کے پڑانے رسالے جس کے پاس تھے خاص خاص کمرن میں خواجہ صاحب کے مضامین تھے لوگ ان کو جان سے زیادہ عزیز سمجھتے تھے۔ اور حفاظت تمام رکھتے تھے اس کے دینے میں سبب کر کے تھے اور حقیقت حال بھی یہی ہے کتاب عاریت دینے کا رواج اس زمانے میں متروک ہو گیا ہے۔ لیکن خدا نے مجھے اس تلاش میں کامیاب کیا۔ خاصہ کلکتہ اور آبار کان پور اور لکھنؤ سے اکثر پرچے دستیاب ہو گئے۔ بعض مضامین میں نے لائبریریوں سے اخبارات اور رسالجات کے فائل بکھڑا کر نقل کئے۔ کچھ پرچے خواجہ صاحب سے بھی ملے۔ پھر بھی بہت سے مضامین کی اب تک سچے تلاش ہے اور ان کے ملنے کی فکر ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اس تلاش میں بعض نئے اخباروں مثلاً اردو پنج لکھنؤ جنرل پنج لکھنؤ پنج لکھنؤ ایچی بھادو، پنج لکھنؤ گورکھپور، نظریف لکھنؤ، وغیرہ وغیرہ میں طرافت کے مضامین نظر آئے۔ جو پیشی اور تفریح طبع سے خالی نہ تھے۔ اگر کل مضامین جمع کئے جاتے تو ایک ضخیم کتاب ہو جاتی۔ میں نے اس مجموعے کا خطر نکال لیا۔ اور خاص خاص مضامین چرن کر ایک کتابی صورت میں مرتب کر لئے۔

یہ دیکھ کر ناظرین متعجب ہو گئے کہ جو شخص اتنا متین، اتنا بڑا ادیب، اتنا مہذب نگار جو اس کے قلم سے طرافت ایسی برجستہ ادا ہوتی ہے۔ جیسے کڑی کلان سے تیر۔ ایک ایک فقرہ لٹائے دیتا ہے پیٹ میں بل پڑ چھاتے ہیں۔ نظم و دیوار تہقیر ہے تو نہر کشتن عمران۔ یہ بات عملاً دیکھی گئی ہے کہ طرافت میں ناظم شاعرانہ قواعد و ضوابط کا لحاظ نہیں رکھتے۔ حسیات الفاظ استعمال کر جاتے ہیں۔ مہر و کلمات کی پابندی کو ملحوظ نہیں رکھتے۔ اکثر تو ردیف قائلے کی بھی قید سے آزاد ہو جاتے ہیں۔ لیکن خواجہ صاحب کی نظم ان رکاوٹوں سے پاک ہے۔ انکی طرافت آئینہ نظیں بھی شاعرانہ غزوار یوں کوئے ہوئی ہیں۔ تفریح طبع کے لئے اس کتاب کا کتب خانے میں موجود ہونا۔ اور مطالعہ کرنا نہایت ضروری ہے۔

آپ کسی رنج کسی فکر میں ہوں اس نقش طرافت کو عمل کے طریق پر ایک دفعہ پڑھ جائیے گا
نغم ساری فکریں دل سے کوسوں دور ہو جائیں گی۔

امید ہے کہ یہ کتاب دماغی محنت کرنے والوں کی تفریح طبع میں معجون مرکب اور تخیل ہرماز
کا کام دیگی اور طبیعتوں میں شگفتگی پیدا کرے گی۔ دیکھنے اور سننے والے ہمیشہ ہنستے اور طرافت
کے مزے لیتے رہیں گے۔

یہی وہ کتاب ہے جو ایک مرتبہ پڑھ چکے کے بعد بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگی۔

احقر نشر عنہ

سرائے میوہ بکھنڈ
یکم ماہیج ۱۸۹۸ء

پرنیاز دول کا جلسہ

اس میں شک نہیں کہ لکھنؤ باعتبار تماشینی دکن پرستی ”رندیلوں کا دار السلطنت“ ہے۔ صورت اشکل، رعنائی، دلربائی، طرہ داری، عیاری، مکاری، ستم شکاری، عشوہ، غمزہ، چالاکی، نجیائی کے لحاظ سے کہہ سکتے ہیں کہ حسن کی دیوبی نے یہاں گوشتی مانا کی گود میں جنم لیا ہے۔ اسی واسطے دلکش کو یا دکر کے نسخ مرحوم کہتے ہیں :-
گل سے رنگین تر ہیں خار لکھنؤ
نشہ سے بہتر خسار لکھنؤ

ابھی تک اس شہر میں یہ بات حاصل ہے کہ دیہات سے جو سیدھاسادہ حسین بہر جبین آجاتا ہے۔ کچھ دلوں کی نشست برخواست کے بعد شوخی طرازی، غمزہ جانتاں سیکھ کر دلربائی کا درس اقل بن جاتا ہے۔

انہی وجہ سے ہندوستان بھر کی طوائفوں کا تخت گاہ لکھنؤ قرار پایا۔ سرپرستی کے لحاظ سے اس تخت گاہ پر دہلی سلطنت یا ریمہ ریاست ہونا ضرور تھا۔ پھر حسینوں کا سروا بھی لازمی حسین و مجہدین بلکہ چندے آفتاب چندے ماہتاب ہونا چاہیے۔ رندیلوں کے انتخابی ووٹ سے اس گدی کی جانشین باجوہ و حوٹن ماہزیر، منیر قرار پائیں۔ ان ”خاتونانِ ہنما“ کے حسن سیاسی سے کل امور کا فیصلہ جو اچھی اچھی عدالتوں سے برسوں میں طے نہ پاسکے اگلی ایک ادائے متاد سے دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہو جاتا ہے۔

یہ نثر شہر کی تمام طوائفیں ویریزہ حوصلے نکالنے کی غرض سے کبھی کبھی محفل رقص و سرود اور جلسہ عیش و نشاط قرار دیا کرتی ہیں۔ لیکن چونکہ کوئی اصولی قوت انکو حاصل نہیں۔ لہذا اکثر بازیچہ طفلاں بنکر ٹائیں ٹائیں نش ہو جاتا ہے۔

چوہدرائش کے جلسے میں معلم الملوکات کے انتظام سے کسی قدر لطف جہانی و شفاورہانی حاصل ہوتی ہے۔ رشک منیر کی چھٹی ویکھنے والے تو اس عظیم الشان جلسہ کے مزے اہلک

لوٹ رہے ہیں۔ اور کہنے والے کہتے ہیں کہ اب ایسا دلکش بدن اس عالم اسباب میں نظر آنا مشکل ہے۔ چنٹی کے بعد سے ان پرپل کا خاموشی کے ساتھ سناٹا کھینچنا تعجب خیز امر تھا۔ خدا خدا کر کے پھر سردی کے زمانہ میں طلبہ بیتوں میں گرمی پیدا ہو گئی۔ اور جھبٹ رشک میٹر کی روزہ کشائی کے جلسہ کی بھڑکائی۔

تورے کی تقسیم باقاعدہ چنٹی سے مہر اترن برتن کے سوئی شہر کے تمام رئیس از کہہ تا مہر دعو کئے گئے۔ رنڈیوں کو بلاوے دیئے گئے۔ گویا عید میں دوسری عید کا سامان ہونے لگا۔ جلسہ کا دارالافتاء آغا خان صاحب کا باغ بختیاریہ ایک غیر آباد جگہ تھا۔ اور پکا تو یہ ہے کہ حسین حسین لڑکیوں کے واسطے یہی مقام مناسب اور موزوں تھا۔ کیونکہ بقیہ باغ

بتان ماہوش آبڑی ہوئی منزل میں پہنچے ہیں
کہ جکی جان جاتی ہے اسیکے دلیں ہنسنے ہیں

قیاس اترانی کے لحاظ سے بعض کو تہ اندیش حکم لگا بیٹھے تھے کہ ڈاکٹر دھڑے کا۔ اس خیال سے پولیس کو ایک نگاہ و لغزب سے اشارہ کروایا گیا۔ مکان کے ارد گرد پیرہ مقرر ہو گیا۔ جلسہ کا سین قابل دید تھا۔ جلسہ میں ڈاکٹر عید کی ہنگام کے روز آغا خان صاحب کے باغ میں شام سے چل پھل ہے۔ شاہراہ پر روشنی کے ٹھٹھا ٹھٹھا لگائے گئے ہیں۔ گلاس روشن کئے جاتے ہیں۔ گچھپوں کی متواتر آمد و رفت سے خاک اڑ رہی ہے۔ گچھیوں میں کسی بہن کچھ رہیں ہیں۔ کچھ ارباب نشاط بیٹھے ہوئے باغ کی طرف آ رہے ہیں۔ گچھی ایک وسیع پھانگ کے قریب اکٹرا کر ٹھٹھا جاتی ہے۔ میزبان مہمانوں کے خیر مقدم کے لیے مستعد ہیں۔ باغ میں جابجا گیس کی روشنی آنکھوں میں شگنی اور نہایت پیدا کر رہی ہے۔ اسی باغ کے پہلو میں ایک وسیع بارہ دری ہے جس میں گیس کی روشنی باغ اطراف ہے۔ دو وسیع نمگیر سے صحن میں کسی معشوق کے مزاج کی طرح کچھ بھرتے ہیں۔ صحن کے وسط میں سفید چاندنی کا فرش بچا ہے۔ جس پر تمام میزبان ڈاکٹر گریے بیٹھے ہوئے ہیں۔ گرد اگرچہ کہ لگا ہے۔ جس پر تماشا نیوں کی وہ کثرت ہے کہ خدا کی پناہ۔ آدمی پر آدمی تو پاؤں پاتا ہے۔ چوکے کے بعد اور ایک وسیع اور بلند تختہ بندی ہے جس پر آدمی غالیچہ کا مکلف فرش بچھا ہوا ہے۔ جہاں تمام پریراوان عالم کا جھوم ہے۔ حسین حسین رنڈیاں یکے بعد دیگرے آتی جاتی ہیں اور بیٹھتی جاتی ہیں۔

نھری جان ادوی ساری سنہری بیل بولنے کی بنا ہی زریب جسم کے عجیب تبسم آمیز

اواسے گلوریاں تقسیم کر رہی ہیں۔ حیدر کس زلفیاں سے
 برس پندہ رویا کہ سولہ کاسن برانی کی راتیں مرادوں کے دن
 نکلی جلی، رسیلی، زیور صبح سے آرات پر استہ دلی فلک کی خلا بنی ہوئی ہے
 چنگی آنکھ جو آن چاند سے رضا رطلہ
 لوتے کبک نظر آئے انگاروں پر
 صورت شکل میں ہوئی بچیاں۔ زادہ صدر سالہ دیکھ پائے۔ تو منہ میں پانی بھر آئے بیخ
 کہہ آئے

منح حاضر ہیں ہم تو دینے کو دل بلکہ جان تک
 لیے کو نام بھی کہیں آوے زبان تک
 جسکی طرف نظر اٹھا کر دیکھ لیں۔ فوراً کلیجہ تھام لے۔ اور سکتے کی حالت ہو
 دل میر و زود ستم صاحب دلاں خدا را
 دروا کہ راز نہیں خواب شد افکارا
 صاحب خانہ بدستیر کرب کا ڈپٹہ سرخ بچہ دار گزشت کا پانچ ماہ اور سیاہ مخلی باؤی
 گلے میں مزیوں کا مالا۔ ماہ گنبد گلابی کرب کی باؤی کا چوبی زیب جسم کئے ہوئے۔ گلابی ساری
 ریشی۔ کافوں میں ہری کے پیرنگ۔ سریر اسٹار گائے ہوئے۔ گلے میں موتی اور سیرے
 کا مالا۔ ایک انجن آرا۔ دوسری لکھ مہر نگار بنی ہوئی ایک میم صاحب تو دوسری ہندوستان
 کی پری کا پاٹ کئے ہوئے ایک پانوں سے ٹہل رہی ہیں۔ کبھی اسکی مزاج پر سی ہو رہی ہے
 کبھی اسکی پیشانی ہو رہی ہے۔ اور اپنے مزاج ہی نہیں ملتے۔ گویا جھلا دو بنی ہوئی اور کٹیں
 اور آدھر چلی گئیں۔ تمام رنگینوں کا جھٹے کا جھٹا ایک ہی مقام پر جلوہ گر ہے یہ معلوم قریبی
 کہ پرستان کی پر یان آترائی ہیں۔

اکل پشت پکچہ کر سیاں بھی ہوئی ہیں۔ اسپر کچہ لوگ مڑوب تر دماغ دست بستہ لے تو ہر
 صاف بستہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ جن کے زمرہ میں محمدی دالے داروغہ محمد خاں خشک خوش غلامی
 کے زخمہ مستعار بنے ہوئے فارچ زورہ طیر ہائے کئے ہوئے سب کا منہ چہا رہے ہیں۔ اور حق
 خواہہ ماشی ادا کر رہے ہیں۔
 خاص بارہ دی کے اندر کچہ لوگ بیٹھے ہیں۔ کچے ٹہل رہے ہیں۔ رو سادہ شہر کو کھٹوں پر

بالباس مکلف جلوہ نگریں۔ اتنے میں ارباب نشا بط میں سے ایک کمن پری معہ ساندیا
کے مستعد ہو کر ناپے لگی۔ ابھی کچھ بھڑانا چنے گالنے پانی تھی کہ دوسری حیر جاں ستان کی طرح
آمو جو دھوئی۔ اس کے بعد ایک کم سن مگر کھیلی کھائی ہوئی دلربا جتو کچھ ناچی گائی۔ اس کے اٹھتے
ہی حسن جان، آئی۔ پھر مہر میر بھی خوب گائی۔ پھر مہراج بندایں کے روشن چراغ انھیں نے گت
میں وہ وہ توڑے لئے کہ پرگاس کی روح شاد ہو گئی۔ خاص کر گھنگرہ بجانے میں سپوت نکلا۔ پھر اسی
قافیہ اور حرف تہجی کی قید سے بستی والی انھیں بھی اچھا لگائی۔ ان سے بار بار بھاڑتے کو کہا گیا۔
لیکن گرانی کے زمانہ میں بھاڑ تانا۔ کلو مناسب نہ معلوم ہوا۔

پھر کشمیریوں میں ظفر کی باری آئی۔ اس نے فسانہ عجائب کا نالک بہت کچھ ساندیا مان سے
دکھا نا چاہا۔ لیکن قلت وقت کے سبب سے ترشانا مکمل ختم کر دیا گیا۔

پھر کانپور والی نے نظیر جو کسی قدر عاشق مزاج معلوم ہوتی ہے۔ اچھے اچھے گہ بند گائی۔ اس
کے بعد وزیر جان لکھنوی، محبوب جان کانپوری، امیر کا پھری، لاٹھی سی بھیت والی گائیں۔ اور
خوب گائیں۔

پھر فضل حسین کشمیری کی باری آئی۔ اس کے ساتھی نقالی بیوی قدر نے بھی اچھی نقالی کیں۔
پھر وارث حسین بھی خوب گایا۔ اس کے بعد ستیا پور کی کلو۔ پھر محمدی جان نے قابل تعریف گانا گایا۔
پھر گویوں کی باری آئی۔ احمد خان، خورشید علی، بڑے منے خاں، خوب خوب بلایا لڑایا کئے
سورہ یہ مبارکباد کا دیا گیا۔

ان کے علاوہ شہیدانہ، چندہ، پتائیر، بسم اللہ، فیروزہ، مشعری، بگن، کاکڑا پرشاد والی
شہزادی، بانس، مولا، ہیرا، شہزادی سلیم اللہ والی، حیدر جان چوٹے والی، بندایں اس جلسہ میں گانے
ناچنے کی نعمت عظمیٰ سے محروم رہ گئے۔ خود بدینیر اور امیر میر کو بھی یہ دولت نصیب نہ ہوئی۔ کیونکہ
وقت قلیل تھا حقیقت میں اگر محفل دو دن میں ختم ہوتی تو شاید شہزادہ افضل کو ناچنے گانے کا موقع ملتا۔
تمام محفل رنڈیوں سے بھری ہوئی تھی۔ رنڈیاں دور دور سے آئی تھیں۔ بعض سح اندے بچوں کے
موجہ بچتیں جن کے لئے چوہر ان کے یہاں آنا فرض تھا اکم سے کم ڈیڑھ سو کے قریب رنڈیاں
ہو گئی۔ اگر کوئی رئیس لاکھ دو لاکھ روپیہ صرف کرتا جب بھی یہ کیفیت اجنبان شایستہ دیکھنا
نصیب نہ ہوتی عا

انچھ بے بنیم بہ بیداری مست یارب یا نجواب
رات بھر کے جاگے ہوئے مشغول کونیند کا سخت غلبہ ہو گیا۔ اور مجبوراً گیارہ بجے دن کو

جس کا احترام کرنا پڑا اور وہ پیاری پیاری دلربا صورتیں چشم زدن میں نظروں سے غائب ہو گئیں
 عجا غراب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا
 وہ سال اب تک آنکھوں کے سامنے پھر رہا ہے۔ اور عاشق مزاج دل ہی دل میں منہ
 لے رہے ہیں۔۔۔

کوئی نام و نشان پوچھے تو اسے قاصد بتا دینا !!
 تخلص دل غم ہے وہ عاشقوں کے دل میں تو ہیں

بلبل بہنہ

بلبل بہنہ، لکھنؤ میں ایک مشہور میر شکار تھا، ہندوستان کی ہر ایک زبڈی اس کے نام سے
 آشنا ہے۔ ہر مندوں کے ایک ایک عضی کی تشریح جس عذبان شایستہ سے وہ بیان کرتا تھا اس کا
 ویسی شرح گلستان کی بھی کسی نے نہیں لکھی۔ ایک بلبل، چمک رہا تھا۔ سامعین کے پیٹ میں
 بل پڑ جاتے تھے۔ زبڈیوں کا سراپا بچھنے میں تو ہزاروں مانی شے کان کاٹے تھے۔ بلاتلا منہنی
 آدمی۔ مگر جھک شک غضب کی مسکرت تھا کہ اس کی زبان سے دو جملے سنو۔ اور تو سن طبع دولیان
 نہ اچھالنے لگے۔ نیکیا کی لت اس غضب کی بھی چھلنا نہیں نہ فاقہ سمجھے۔ شریعت خراب کی بدولت
 ہزاروں مرتبہ کڑ میں لت پت ہوا جیتاں کھائیں۔ تھانے میں چھپے کھینچے کھیرے۔ کھیری میں جاتے
 بھگتے۔ کس ڈاکس کی گالیاں کھاتیں۔ مگر نہ اسب نہ کچھنی عجا
 چھٹی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی

آج پیدہ کی دولت سے چھڑانے کو گرہ آجیل نے دبوچ لیا۔ اور چند روزہ مرض الموت کے
 بعد رات ہی رات دارالشفاء شاہی میں ٹھنڈے ٹھنڈے عدم کو سدھارے۔ دو چار جگت
 ایشایہ لکھ آبادیدہ ہوئے۔۔۔

یہ فہرست چشم زدن محبت یار آتش

روئے نرگلی میر منہ بزم دہلیہ آتش

نہید زبڈی اکوڑ غیب بیکس کا دہلیہ ہو گیا۔ زبڈیوں کے منہ میں زبڈیاں سنائیں گئی۔ اور سال بھر

سیاہ پوش ہونگی۔ مگر صدائے برنخو است۔ کسی معشوق مزاج کے تیر بھی میلے نہ ہوئے۔ اتنی توفیق
بھی دہنی کہ عزیز کے نام پر کسی بھوکے تما شبین کو کوئی چیز دینا بھائی۔

شاگردوں نے بہت کچھ ہاتھ پاؤں مارے۔ مگر مفلسی کا ہوا سو کہ فاکھ بھی نہ دلا سکے آخر اسی
دہال کے ہاتھوں قحط سالی کے آثار نمودار ہوئے۔ اور سب کو آٹے دال کا بھجوا دیا۔ معلوم ہو گیا لیکن
قسمت میں خرام کے پیسے سے فاکھ لکھو اچکا تھا بلبل مند کا جلم نہ ہوا اس کے کیا معنی۔

اس قحط اور گرانی کے پیر آشوب زمانہ میں جب کسی دعا اور نذرانے پانی نہ ہر سوا تو رنڈیوں کو
یہ خیال ہوا کہ ہر بھی کوئی نیک کام کریں۔ شاید تیر لٹا نہ پر بیٹھ جائے۔ زمانہ نے بی اودھا لگن کو
اچھا ناستر دے کیا۔ کیونکہ نو دولتوں میں قضا و قدر نے اس کا نمبر پہلے چپکا دیا تھا

قرص سال پیام من دیوانہ زرد

شاہی زمانہ میں مہولاجان بائی تھی جس کو نو سپیں کا بہت مشوق تھا۔ تین چھو کر یا ان تھیں۔
شیریں جان، محبوب جان، جھن جان، آخر الذکر عرب رائے ڈوٹری کی آشنا تھی۔ اور وہی ان کو
قتالیوں کے چھند سے بے چھڑا لایا تھا۔ اور تینوں دیکر رنڈیوں میں شامل کر دیا۔ ان کے بھائی
محمد حسین بھی دم چھلنے کی طرح ہمراہ رکاب تھے۔ جن کی ذات سے اودھا لگن اور سجاد کی عصمت عالم
ایجاد میں آئی۔ اودھا لگن کی روزی کا دوا زہب کشادہ ہو گیا۔ تو محمد علی سے صاحب سلامت رہی۔
آخر تینیش پرشاد کو تو ال کی اعلیٰ میں پیش ہو گئیں۔ یہ امید کہاں تھی۔ کہ اب زندگی بھر کو تو ال کے چھند
سے چھند نصیب ہو گا۔ لیکن کوئی بھائی تو اس کی قسمت رسا تھی۔ کو تو ال جب بھانہ ہوا کھانے چلے
گئے اور یہ قید سے رہا ہو گئیں۔ تنفس دیکر پتہ چلے کہ جاکر آٹ لگیا۔ اب کیا تھا خوشامد غور سے
چالو پی، فوج و فوج گھنے لگے۔ اور تین عمارت کا مشوق بن گیا۔ سجاد کے دواڑ کے تھے۔ رنڈیوں
کے خاندان میں تو رنڈیوں کی چاہ ہوتی ہے۔ مگر انکی خوش نصیبی سے لڑکے بھی لڑکیوں سے کم نہیں
کھاتے ہیں بان فوج صرف اتنا ہے کہ کسی کو پیچھے سے کچھ آئی۔ ہے کوئی آگے سے تنہا ہوتا ہے۔

اور صلاح یہ بھڑکی کہ دونوں کی بسم اللہ کا دھوم دھمی جلسہ ہونا چاہیے۔ زندگی میں کچھ دل کے
اور ان جھلکین کھانا کا ناز رکا ہے۔ یہ چکی تو قسمت میں ہمیشہ سے کہی ہے۔ مگر جلسہ ہونا تو لیکر واسطے
کہ چودہ راتیں، بد مزہ، ماہ میسر کی برادری سے تو خارج ہو چکی تھیں۔ کسی حجرے میں اودھا لگن اور کامتی
کو مبارکباد دی۔ یہ اکیلی سیکر چلتی ہوئی۔ اسکی بچا بیڑا ہوئی۔ یہ کچھ گمنامیں یاد رہیں۔ کالہ رنگ تھیں۔
دل نے صلاح دی کہ اس کا مشورہ اللہ باندی سے کرنا چاہیے۔ وہ یہ پاپڑیں چلی ہے۔ یہ اب

اللہ سے جاہلی تھی کہ کوئی بھٹ نہ ملے تھے چڑھے۔ ایک تو چاول دلی نظر اسے خراج کچھ تھی۔
 دوسرے کہ بلا میں ذلت ہوئی۔ آخر تو تو میں اس کے بعد یہ بات قرار پائی کہ ہم تم دونوں چودھران
 بنجائیں۔ کچھ گتڑوں کو دینے لینے کا وعدہ کر کے ابھار دو۔ وہ نہڑیاں اٹھیر لائیں۔ خدا کے
 فضل سے یہ بات شکوہ آسان ہے۔ تمہارا بھائی سجاد بڑے بڑے نوابوں کی دولت گھیسٹا کرتا
 ہے۔ دوسرے ایک شیطان صورت چندو باز مرزئی مشہور مرثیہ گو طبل شاگردی بجاتا ہے۔ کچھ
 حکاکوں سے کہو یہ بھی سازگیوں میں شامل ہیں۔ دن بھر گز بچڑے ہوئے تھائیں ریں کیا کرتے ہیں۔
 ان میں سے ایک کو عروج دو۔ جو رب نہڑیوں کو بہکاتا پھرے کہ تھیں چودھراں گالیاں دیتی ہیں۔
 حقیر سمجھتی ہیں۔ شہر میں شہر میں گاؤں گاؤں جاؤ ایک ایک ڈیرہ دار کو ملاؤ۔ آخر حاجا خفیہ کار دیا
 شروع ہو گئیں۔ اور نہڑیوں میں چودھراں کی طرف سے بری پیدا ہو چلی تھی کہ بلند نیر چودھراں کو
 حیدر آباد میں خبر ملی۔ وہ پیٹ بچڑے ہوئے فوراً لکھنؤ آئے۔ نہڑیوں کو بلا کر بنجائے کی۔ ملکہ اویٹھا
 کے شکوے رفع کئے۔ سب نہڑیوں کو تسلی اور تسفی دی۔ بہت سی کلکتہ۔ حیدر آباد۔ عظیم آباد۔ میرٹھ
 بنارس۔ اور آباد۔ کانپور۔ آگرہ۔ باندہ۔ رامپور۔ تارو دیے کہ بھتے اس ہوجے سے ادا لگن کو خراج کر دیا ہے
 اب کوئی نہڑی ان کے جلسہ میں شریک نہ ہو۔ جب لکھنؤ میں کام نہ نکلا۔ تو برکی اور رامپور گئیں۔ انہوں
 نے کہا کہ ہمارے چودھراں کا تارا چوکا ہے۔ ہم نہیں شریک ہو سکتے۔ پھر وہاں کا قصد کیا۔ وہاں بھی چودھراں
 کے خطرہ روا نہ ہو چکے تھے۔ لہذا بے نیل مرام واپس آئیں۔ بہت سے گتڑوں نے زور لگایا اور ہتکایا
 کہ کچھ پیش نہ گئی تین نہڑیاں خراج شدہ تھیں۔ کلو۔ وٹی۔ وٹو اور نہڑیوں کی شریک ہوئیں۔ جلسہ کا
 سامان شروع ہو گیا۔ مکان میں اندر باہر استر کاری ہوئی۔ کھانا پکا حصہ تقسیم ہوا۔ مگر نیت بھرنہ تھی۔
 کھانے نے روٹی طاؤں کے ساتھ سا ڈر لیا۔ اور سب کھانا کڑوا ہو گیا۔ دوسرے بہل بہن کی روح
 بھڑکی تڑپ رہی تھی۔ بھلا وہ کب کسی کو ٹھنڈے پیٹوں کھانے دیتی۔ تہر ویش برجان ورویش۔
 دوبارہ کھانا تقسیم کیا گیا۔ لیج آباد کی مہندی پر بہت زور لگاتے گئے۔ وہ اس اقرار پر رہتی ہوئی کہ اگر تھی
 شریک نہ ہوگی۔ تو میں آؤنگی۔ جلسہ میں آئی تھی۔ کو کچھ نہ حقہ پیا نہ پان کھایا۔ سیدی اٹھی چلی گئی۔
 تلقن کو ٹوٹہ کی حوائف کے کپڑے کسی عاشق مزاج نے تیراب ڈال کر جلا دیے۔ بیچارے کا بہت نقصان
 ہوا۔ دوشنبہ کے دن بھٹاٹ سے ٹھانچے بند ہوئی۔ روشنی شروع ہوئی۔ ریموں کو داخلہ کے کاروبار بھیجے تھے۔
 بیٹہ کارڈ کے کوئی آئے نہیں پاتا تھا۔ بجلی کی روشنی نور کا عالم کو ٹھوں پر کرسیاں میز پر بھی تھیں۔ پان سگٹ
 سوجو۔ محفل بہت اچھی لگی تھی۔ رات کا دل تھا۔ مسلمان و ہندو علیحدہ علیحدہ کرسیوں پر جلوہ گر ہوا تھا۔

دس روپیہ سے تین روپیہ تک قیمت کے دیتا تھا۔ نوکری سے برطن تھیں یہ پختیل اسواسطے کی گئی۔
 کہ کچھ دنوں تک بچھا کر کھائیں۔ شہر کے بہت سے رئیس شریک جلسہ تھے۔ عجب توبہ تھا کہ ایک مندر
 مقام کے مولوی مفتی بھی شریک جلسہ تھے۔ حیدر آباد کے ایک وکیل جن کے نام کے ساتھ بیوہ
 کی دم لگی ہوئی رہے۔ ڈٹے ہوئے تھے۔ اور بہت سے اشد کے دہلی موجود تھے۔ شہر کے
 نامی گرامی حکیم صاحب الفرب خواہ خواہ مرادادی مفتہ گوش بنے ہوئے سچا دی شاکر دی کا حق ادا
 کر رہے تھے۔ رنڈیوں کی طرف سے صفر تھا۔ کچھ گڑھے والی سرائے کی حکایاں کچھ نئے گانوں
 کی خانگیاں شریک حال۔ کوئی صدمت ایسی نہ تھی جو دل کو بھجائی۔ کوئی آواز ایسی نہ تھی جو عزت
 بخش ہوتی۔ گانے والوں کا خط تھا۔ پہلے خود ناچیں۔ پھر رئیس بھانڈ۔ پھر باندے والی بھری
 ناچے کھڑی ہوتی تھی۔ کہ پانچواں کھل گیا۔ ایک تابی اور سناٹا چھانک گیا اور ایک تہقبہ پڑا۔ پھر
 اللہ باندی کی لڑکی ننھی۔ پھر محمد بھانڈ اور مردانی ناچا۔ جوان بڑیاں لنگڑی لولی سب ملا کر
 شرہ رنڈیاں جن کے واسطے دہلیتہ تک دوڑ دوپ رہی۔ سو چار مصنوعی رنڈیاں بھی شریک
 حال تھیں۔ بی اللہ باندی نے بھی جگر کیا۔ اور کھر سجاد نے یا جا بجا یا۔ باقی رات بھر بھریوں
 ناچا کیا گویا پہلی بسم اللہ غلط ہوئی۔ اس خوشامد پر بھی رنڈیاں شریک نہ ہو سکیں۔ صبح ہوئے
 سوئے جلسہ برخاست ہوا۔ پہلے ایک مقدس مولوی منہ چھپائے ہوئے نکلے۔ جاناسی چاہتے تھے
 پھاٹک سے قدم باہر رکھتے ہی بلبل ہند منہ نہا ہوا قد موہن گر پڑا خدا سلامت رکھے۔ غلام نے
 جسد سے انتقال کیا۔ روح ایک ٹکڑے روٹی کو تیس رہی پو شرب تو کہاں ممکن اب کوئی کھانے
 کو بھی پوچھے والا نہیں۔ سچ چاہیوں دن ہے جوڑہ دینا کیسا کسی نے ایک چلو بھر پانی
 بھی نہ دیا۔ روح پر شاربہ کیا کہ تھا جو بھوک کا عذاب بہتی۔ کارکنان قضاہ قدر کو دم دلا سا جو
 پرانک پر یا ہوں۔ حضور سے ایک گنداش ہو آدھا لگن نے جو پیلہ حصہ بانٹا تھا اور شربت سے کھلا سٹک میں
 لنگی تھی جس کجرم میں دوبارہ گنداشی دینی پڑی تھی وہ فاضل رقم مانگتا تھا کہ میرے نام بخش دیجئے۔ آپ کو بھی
 ثواب ہو اور میرے چاہیوں کا کام بھی ہو جائیگا۔ جوڑے کی ٹکر بھی اور کر گنگا۔ فی الحالح چار رئیسوں کو تو
 معلوم ہو جائیگا۔ کہ بلبل ہند کا چاہیوں میں موم دمام سے ہو گیا۔ مولوی عیسا علیے ہر چند جان پڑنا چاہی۔ بہت
 کچھ ناحول پڑنا سگروہ کب کھسنے والا تھا۔ دوسرے چاہیوں روز کے حادثہ سے صدمت سوال ہو گئی تھی۔ ملا کر
 آ گیا۔ مانگتا تھا کہ ناتھ دیدیا اور ثواب بلبل ہند کی نذر کر دیا۔ وہ یہ کہتا ہوا اپنے مقام پر واپس ہو گیا۔
 میرا امر ناٹکے گھر شادی ہوئی خوں کے چھاپے لگے دیوار میں

رنگ میں بھنگ

خدا آباد رکھے لکھنؤ کو بھر غنیمت ہے
 نظر آبی مٹری زبڑی کی صورت اسی جاتی تڑ
 واللہ غنیمت ہے۔ لاکھ لکھنؤ میں گیا۔ پس گیا۔ قحط سالی سے تباہ ہو گیا۔ کھد گیا۔ طاعون
 نے نور انکار صفا چٹ میدان بنا دیا مگر اشارہ اس ڈھے شہر کے دی دم خم ہیں۔ اس میں
 کوئی ہینہ حیدر سے جانی نہیں جاتا۔ اور پھر خوشی دن دونی رات ہو گئی ہوتی جاتی سے
 آسمان کی کب سے طالت ہو چڑھے لکھنؤ
 لکھنؤ بچھڑا ہے میں خدا سے لکھنؤ

سندوستان میں جہاں ملکی ہی خواہوں کے دگر وہ ہیں۔ اور انہی قوم کے پولٹیکل معاملات کے
 کیل کاٹنے کے درست کرنے میں سرگرم پائے جاتے ہیں۔ جن کو کانگریس اور کانفرنس کے معزز
 خطاب سے سرفراز کیا جاتا ہے۔ وہاں خدا رکھے لکھنؤ میں اور باب نشا طکی بھی دو پارٹیاں ہیں
 یا بوں کیسے کہ طوائفان شہر کی دوڑیاں ہیں۔ بڑے جہاد کی ناکھ تو بی بد کھیر واکھیر عرف نہ ہوا بچا
 ہیں۔ اور چھوٹی کشتی جو ڈوبوں ڈوبوں میں گئے اسکی مدد بھی زیادہ بکھرنا کے ماتھوں سے
 آدمیاں گشتہ ملک خدا خدا اگر گشت

کے مصداق ہو کر چاند والی نظیر کے جھریں آئی ہے۔ اول الذکر جو دہرائی کیسے ان کے فضل
 سے سالی بھر میں ایک آدھ دہرم دہرم جلی ہو جاتا ہے۔ اور چار دن کی بات ہے۔ ایک مینہ
 کی چھٹی ہیں وہ قیامت کی پریر اور زانی محفل تھی۔ کہ سجان اللہ چشم ملک نے بھی نہ دیکھی ہو گی۔ سندھ
 کی شہر اور حسین طوائفوں کا چٹھا تھا جو دیکھ چکا ہے اسکی نشا سے ساری دنیا کے جیسے اتر گئے
 اور جس نے نہیں دیکھا۔ وہ آجیک کھف افسوس لگتا ہے۔ اس جلیہ کار شک خائف پارٹی کو بہت
 کچھ ہوا۔ اور ایک مدت سے یہ خیال لگ رہا تھا۔ کہ کوئی مو قعہ ملے تو اس کا جواب دیا جائے۔ خدا خدا
 کر کے بی اللہ باندی کے یہاں تو اسی تو نہ ہوتی تو اس پیا ہوا پیارا چار خوشی کا صیغہ گرا آنا پڑا۔ اگرچہ
 زمانہ سلف میں مدت جس تو ہمینہ تھی۔ مگر زمانہ نے ہر رنج میں تڑتی ہے۔ برسوں کا سفر دیا۔ کے

ذریعے دونوں میں ملے ہوتا ہے۔ تارچشم زدن میں صندیا کوں خیمہ پہنچ جاتی ہے مرنے کے
 بجائے ۲۱ دن کی جگہ چشم زدن میں کل کے ذریعے سے اچھلے کودتے نکل آتے ہیں۔ پھر مدت حمل کا
 گھٹنا کچھ تعجب خیز افرامیں۔ نئی تو فرزند پیدا ہونے سے باچھوں تک کھل گئی۔ بڑے بڑے سا بیٹا
 خوشی کے کیا ہو سکے۔ نانی کے اگلے بچھلے آشناؤں میں سرست کی سپندیا گرم ہونے لگی۔ شیخ۔ سید فضل
 پٹھان۔ سطر مشرا براغیر ملو تیلیا۔ ہشاش بشاش نظر آتے تھے۔ خواجہ بدیع الزماں کو مارے
 خوشی کے منہ سے طبلہ بجا رہے تھے۔ اور ہمارے خالص صاحب جن کا عاشقی میں نمبر حد جنون تک پہنچ چکا
 تھا ریشہ خلی ہوئے جاتے تھے۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ پختہ اناس بھٹ کر رہ گیا ہے۔ ادھر اچھن
 اپنی بہادری جبارا مٹھا۔ عجب بھر چھٹی کوئی کس کی سننے اور کس کی نہ سننے غرض کہ پڑانے برتنوں
 پر نئی قلعی اور نئے برتنوں پر حسب دید پور ڈھونے لگا۔ گھر کی دروازے پر سیڑھی لگی۔ صاف لگی
 زر کی طرف سے مالدار کا حکایت کنند۔ اب دوسرا پہلو بھی نو اس کی تشریف آوری سے قوی ہو گیا۔
 ایک میراف کی بھی گھر کا ہو گیا۔ اس خوشی کا کیا پوچھنا۔ مثل مشہور ہے جیسی روح دلیسے فرشتے
 اللہ باندی کی چوہاڑی چلول والی نظیر تھی۔ لیکن انکو ان سے کسی قدر نفرت تھی۔ وجہ یہ تھی
 کہ پارہ کی گشت کی لوندی دیزین اور ذرا ان کی بہرہ روزہ نظیر۔ گو درگو۔ نجیب الطرفین۔ پھر اکی صاحب کو
 بچہ اچھو رضا صاحبین طیرہ دار سے ہے جسکی خدمت میں اہل کار کا کمالہ دہر وقت پیش رہتا ہے۔ اس
 سبب سے چادر والی اس سہ لیشنی کی سختی بقدر رکھی جاتی تھی۔ اور چودہ رات کا یہ خیال کہ آبادی
 جان گوری بی بی کی لوندی ایک گورے سے پیدا ہوئی۔ اللہ باندی کھلونہ بھانڈے سے پیدا ہے
 انانی کی ان ہیبتی موجود ہے۔ یہ سب تحقیقی ہے۔ اکی ذات میں کوئی ہڈ لگا سکتا ہے۔ آخر اتفاقاً
 کی ہم بھوٹ نکلی۔ چار رتیلوں کی چودہ رات سننے کے منہ کی ہڈی ہو گئی۔ دلوں میں نزاع پڑ گئی۔
 آپس میں بھٹ پٹ مشروع ہو گیا۔ غلاموں کو ٹھکانوں کے بارے میں چھوٹیاں خبر لگیں۔ ایک
 ڈھائی خان کی اس کے کچھ خاں تھی۔ یہ چودہ رات بھی ٹھکانے سے نہ تھی۔ کوئی کہتا تھا کہ کالی
 چودہ رات کا حق ہے۔ کوئی کہتا تھا کہ چودہ رات کا منصب حتم ہو گیا چونکہ چادر والی نظیر
 اپنی وال گھلا چکی تھی ہے

مذہب کے لوگ ان کو سنا تھا ہے

بہا کو پختہ کپ بہا نہ

چودہ رات کی جیسی کو پختہ کی بہا کی پختہ ہے۔ اور ہمارے ساختہ

کہیں نو بڑیوں سے یہ کام چلے ہیں۔ آخر شیطان کی مدد سے تنگ فطرتی گالی گلوں جوتی پزار کے بعد اپنی اپنی ڈنلی اپنا اپنا راگ کی چھری۔ ادھر چوہرائی کو یہ خیال کہ اب لوہہ پیدا ہوا ہے۔
 اللہ باندی، محل کا بخار نکالنے کو جلسہ ضرور کرے گی۔ چھٹی قریب ہے۔ رنڈیاں میری بال
 باندی لوٹدی ہیں اپنی عرض کو آپ ہاتھ جوڑ لگی۔ منتیں کر لگی۔ قدموں پر سر رکھیں گی۔ ایسے موثر
 پر نہ ہیں تو یک دہنگی۔ ادھر اللہ باندی کا یہ دماغ کہ مبلغ علیہ السلام کی بھر مار ہے۔ درجنوں لوگ ہیں۔
 دوپہر کے الگ۔ شام کے الگ۔ رات کے الگ۔ صبح کے الگ۔ چوہرائی تو جھکو ہونا چاہئے تھا۔
 اصل جھکنا یہ تھا کہ چند ڈوٹاڑی اس بات پر کھٹے ہوئے تھے کہ رنڈیاں ہمارے یہاں جھک جائیں
 نظیر کو یہ یاد رکھ جس طرح یہ لوگ ہمیشہ سے اپنا حصہ بجاتے تھے بہت ساری وہی طریقہ رکھیں۔
 کیونکہ یہ ہمارے ہاتھ کی دیکھنے والی قوم ہے۔ اللہ باندی یہ کہتی تھی کہ جیسے سر پڑے ہوتی
 مہنت غشاہ چالیسی سے اپنا کام نکالو۔ دوسرے چونکہ خود کو مہنتی اسکی کو بھی خود
 ڈوٹاڑیوں کی طرف دیتی تھی جھٹ عاشق علی داسے سارا گیوں سے گتھ گئی۔ مگر جو خاں داسے
 سازدے مبار کیا دے جھکٹے کی وجہ سے شریک نہ ہو سکے۔ گو یا طلبہ سوائے بی خاں
 کے ایک بھی نہ تھا۔ تمام تن تن زمی خاں خلاف تھے۔ جب ادھر سے پکی پوڑی ہو چکی۔ تو
 منہ چھونے کے طریق سے نظیر جان کے پاس گئیں۔ اور بہت کچھ رد و قح ہوئی۔ یہاں تو پہلے
 ہی کچھڑی پک چکی تھی۔ نظیر کے قانونی دلائل نے کچھ اثر نہ کیا۔ اور اس کا منصوبہ اس کے ذہن
 کے بیچوں بیچ میں اچھی طرح نہ جما۔ کچھ پہلو تھی کی۔ کچھ کہن کہنائیں۔ اس نے کہا مانو تو مانو۔ نہ
 مانو تو اپنے گوسند کو یاد کرو۔ تم اسی طرح پٹھاؤ گی۔ تو میرا دستہ ریز کر قائم رہیگا۔ مثل
 ہے کہ اونٹن کو کھیلنے کا بہانہ۔ یہ کھٹ سے علی رہ ہو گئیں۔

چھٹی کی بارات کا انتظار ایک پڑا نے چھٹے کی طرف سے ہو نہ لانا تھا۔ و فرشتہ علی سہ پہر کو
 چھٹی گلیوں سرچوک، بیک بینی دو دو گوش نکلا۔ بکر منڈی سے بقر عید کی بھی کھی رامیں خیلین
 گلی میں سی اور سی میں گلا۔ بکروں کا گلہ جا چکا۔ تو عمریوں کا ڈربہ کھل گیا۔ کچھ پھیل اور کچھ
 بڑھ گیا کچھ سبز دار کچھ ہسبل کچھ خیتی کچھ کرکاتھ۔ اس میں نخاس کی رعایت کا خیال ملحوظ خاطر ہے
 اس کے بارگاہ کی کھٹی ہوئی گاڑیوں پر دو چار رنڈیاں بھیگی پانی بنی ہوئیں بطور منہ پیش
 کی گئیں۔ لیکن اچھی صورتوں کے ساتھ کھٹیل بد شکل بڑھوں نے جھک کر دیکھنے والوں کے
 گناہوں کا نکار کر دیا تھا کبھی منہ سے صل علی نکلا۔ تو کلاصل و لا توہ الا باللہ کہنے کی ضرورت ہوئی

۹ و ۱۰ روزوں کی شب کو جلسہ قرار دیا۔ نظیر نے شیطانی حد جاری کر کے رنڈیوں کی ہڑتال کر دی تھی۔ انکی باسٹ سے ردی جا پانی جنگ کا فرہ آگیا۔ لاکھ جرٹ توڑ کئے۔ ماتھے پاؤں مارے۔ مگر ایک اللہ کی بندی نہ منکی۔ استعمالی چودہ راتن کو پانی پی کے کو سنے دئے گئے۔ سارا جلسہ غتر بود ہو گیا۔ چھٹی کا دودھ یاد آگیا۔ کاپنور۔ فرخ آباد تک دلتی تہائی مچائی۔ جنرے نباشد اوپر سے زور ڈالا۔ پکڑے دہکڑے۔ دینین بسر خندیاں پھنیاں مرتبہ زڈیت سے گری ہوئی بمشکل تمام دستیاں نہیں۔ وہ بھی دشت میں آکر تھے پیسے اکٹھڑی جاتی تھیں۔

گندم اگر ہم نہ رکھیں غنیمت است

عالیہ دلتی تہی لاکھ لونہ کے خدشہ کار کے دباؤ سے مجبوراً اوپر لٹک آئی تھی۔ ہاندے دلتی محمدی یہ سب گنتی کی چار رنڈیاں چوس کر گوڈوں کی طرح ایک خانہ میں بٹھادی گئی تھیں۔

پہلے خدو لڑکے کی اماں بی ننھی ناچیں گائیں۔ اس کے بعد عالیہ خاتم دلتی ننھی و محمدی نے دفع اوقیٰ کی۔ سانگئے بیشک پائے کی طرح لٹکے پھرتے تھے۔ پھر صاکن علی خاں۔ جٹ منے خان بلیان لڑا پکڑے۔ اس کہنہ گڈی میں سیل ملانے کے واسطے مولانا بانی کی کینز کی بھتیجی ادا بگن بھی اسی طرف ٹوٹ کر آ رہی۔ گدیاناٹ کی انگیا پر مونجھ کی بچیا ہو گئی۔ ان کے بلور ہمزاد سجاد بھی اپنا جالیچے سروں میں الاپا کئے۔ اس کے بعد عطایوں میں خواجہ بدیع نے بھیروں میں سیلاہ شریف خوب پڑا۔

بریں عقل و دانش بیا بگ ریت

باقی رات بھر بھیروں ناچا کیا۔ صبح کچھ ردی برخواس دانہ نگہاس۔

فلک بحر خوار نے اس اصلی خوشنودی اور سرت کے نش کو تارنے کے واسطے جس چاشنی کا استعمال کیا۔ وہ دونوں کے حق میں زہر سے کچھ کم نہ تھی۔ نظیر جان کو یہ علم کیا کم تھا کہ جہت میں بہت لگاؤ ڈاڑیوں میں خفت جڑی کچھ رنڈیوں سے چشمک ہوئی۔ رقابت کا بازار گرم۔ چوروں نے ناٹ لیا۔ ہونہ ہو یہ دولت کا نشہ ہے۔ اس کے پاس ہر فرد اگلی گھر چن ہے۔ کیونکہ بہت سے گھر گھائل کر چکی ہے۔ پرانی خزانہ ہے۔ آخرات کو سات طبق زمین کے توڑ کر کارکنان قضا و قدر سینہ زد کار کلیجے کے ٹھوڑے زرد جواہر نکال لے گئے۔ صبح اٹھے اسی دھک سے کلیجہ ہو گیا۔ زمین باؤں تلے سے نکال گئی۔ سانی ضحیفی۔ لڑکی کی بدستہتی یاد کر کے ثار دھار روئے لگی۔ پولیس سرگرم تحقیقات رہی۔ مگر مال کھانبرا لے مٹھا کر مہراج کا پتہ لگانا

کچھ دل لگی بازی تو تھا ہی نہیں۔ قسمت میں دولت ہوتی تو گھر سے کیوں جاتی۔ ایک جہ منہلا اور ڈنڈوت کرنا پڑی۔

اللہ باندی کو جبہ کی تباہی۔ روپیہ کی بربادی محفل کی بیرونقی کا دلخ نہ
کھیر لاتھا کہ زمانہ نے عی

یک دلغ نیک ناشدہ دلغ و گرنہد

عشرہ محرم میں مانتی لباس پہنے ہوئے سوگواروں کی شکل بنائے ہوئے تال کھڑے کی
کر بلا کے پچانگ کے سامنے والے کمرے سے ماتہ داران حسین کا کوشش گزارہ بھیج کر
اشک شوئی کر رہی تھی۔ بیکایک کسی تیرنگہ کے گھاسل کو یہ ادا ناگوار خاطر معلوم ہوئی
اور جوڑ توڑ کر کے بڑی عجینتی سے پابست دگرے دست بستہ دگرے کر کے
ٹنگوا دیا۔ بیچارے بڑی یاس ونا اسپیدی سے دناں سے یہ کہتی ہوئی نکل
جاتی۔

فلکس اخلد سے آدم کا سننے آئے تھے لیکن

بہت بے آبرو ہو کر ترے کوچہ سے ہم نکلے

اب یہ عزیز دہرات فساد کیا کرتی ہے۔ اور نظیر جان فریاد رس
آگہی دلی مناجات پڑھ کر دل کو تسکین دے بیٹھی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ طالع نفعی
میں سچینا +



ضرورت ہے

”اچکل ضرورت ہے کہ کسی سرخس نے زیادہ پاؤں پھیلائے ہیں جس کو دیکھتے ضرورت ہے ضرورت ہے سفر فی نفسہ خیال کیجئے۔ تو یہ ضرورت اخبار کے کالم سیاہ کئے جاتے ہیں۔“

”ضرورت ہے“ ایک ایسے خرید آگے دینی چوکنی قیمت دیگر مال منگوائے۔ اسی طرح ضرورت ہے کی بیماری عالمگیر ہوگئی اور کوئی حب اس سے خالی نہیں جاتا۔ اس کشکس سے مجھ کو شک ہو کہ شاید میری ضرورتیں دب کر رہ جائیں۔ لہذا اس کا اعلان بذریعہ اخبار مناسب سمجھتا ہوں چہ جواب دفتر میں آنا چاہیے۔

”ضرورت ہے“ ایک ایسی مائی جو گھر سے مالدار ہو اپنا کھائے ہمارا رگ گائے کھانا چکا چکی پیسے برتن بجئے جھاڑو دسے۔ شہد دھلائے۔ ہنلائے دل بھلائے۔ رات کو پاؤں دبائے ضرورت شکل اچھی نہ چڑیل ہو نہ حور کی بھی ہو، امانت دار و خست شمار۔ کم خرچ بالانشین۔ انجام ہیں۔ اکیلی ہو کتبہ میں کوئی دوسرا نہ رکھتی ہو۔ تنخواہ مانگتے ہوئے شرماتی ہو۔

”ضرورت ہے“ ایک ملازم کی پڑھا لکھا شریف گھر سے خوشحال ہو۔ بغیر کوڑی پیسہ سودا خرید لائے۔ دن کو مزدوری کرے جو دو چار پیسہ لائے اس میں نصف مالک کا حصہ لگ مکا لے۔ شام کو بھیک مانگے۔ اچھے ٹکارے پنجاب کو دے اور سوکھے آپ کھائے۔ نمک حلال ہو گھر دے کی گھاس چھیل لائے۔ اونٹ کا چارہ لائے۔ بیل کو سانی کھلائے۔ پانسو روپیہ نقد ضمانت کا ہمارے پاس جمع کر دے۔ تنخواہ دیدہ خواہ شد۔

”ضرورت ہے“ ایک سوداگر کی منافع کم۔ مال چوکھا دکھائے۔ ایماندار ہو بیوقوف ہو۔ علیم ہو باادب ہو۔ ایشائے ضروری ہبیا کر سکے۔ دیدار یہ نہ ہو سال دیگر دام مانگنے کی ہوس نہ رکھتا ہو۔ چھپو رانہ ہو۔ قرض دینے میں حاتم ہو۔ گھر میں قاروں کا خزانہ رکھتا ہو۔ ٹپ پو بیچا نہ ہو۔ عدالت سے ناواقف ہو۔ صاحب ضرورت ہو۔

”ضرورت ہے“ ایک اخبار کی ہفتہ وار شاہج ہوتا ہو۔ پولیٹیکل سوشل مضامین بڑک مرچ لگا کر لکھتا ہو۔ مذاقیہ آرٹیکل میں ید طولار کہتا ہو۔ ایک ایک فقرہ پر نوٹس کو ترسنا دے۔ ٹول

کے اہم واقعات پر دلچسپی سے بحث کرتا ہوں۔ نامہ نگار اچھے رکھتا ہوں۔ مضامین چٹ پٹے ہوں۔ ضخیم ہوں۔ خود اد اشاعت قیاس سے باہر ہوں۔ ایڈیٹر وثیقہ دار ہوں۔ پریس ذاتی رکھتا ہوں۔ دست غیبی ہوں۔ بیچر فوجیات کے وظائف پڑھتا ہوں۔ نہیں تو گھر جھک کر حبش کی اشاعت کو باقاعدہ رکھتا ہوں۔ نمونہ کا پرچہ مفت بھیجتا ہوں۔ پیشگی قیمت طلب کرنا غیر مفید سمجھتا ہوں۔ لمبے چوڑے نام والوں سے دس دس برس تقاضا نہ کرتا ہوں۔ قارئین کی دامادی کا فخر رکھتا ہوں۔ خزانہ شاہی کا مالک ہوں۔ نامہ بند خریداری کی شکایت نہ کرتا ہوں۔ دسے دسے امداد کا طالب نہ ہوں درخواست خریداری ہوں نمونہ اخبار کے آنا چاہیے۔

بہترین مضامین

افلاس فنڈ کی سالانہ رپورٹ

پھر پیٹ ہمارا خالی ہے

ذیرِ پرچہ قومی دیروزہ گرملی بنگر گدے مفت کے ٹکڑے کھا کھا کے اس قدر موٹے ہو گئے ہیں کہ قابلِ بیان نہیں۔ ملک و قوم سے طے طے کی آمدنیاں وصول کر کے چٹ کر گئے۔ اور پھر بھی انکا دوزخ بھرنیکا نام نہیں لپٹا۔ برابر صدائیں لگائے جاتے ہیں۔ ڈاٹا ہائی ٹیچر صاحب کی تہائی تھیلے صاحب کی چوتھائی بڑے صاحب کی سم بھوکوں مرے جاتے ہیں۔ اصل یوں ہے کہ دن ریونی فنڈ۔ قحط فنڈ۔ زلزلہ فنڈ۔ آگ فنڈ۔ روٹی فنڈ۔ مال فنڈ۔ حرام فنڈ۔ سود فنڈ۔ بیکر کوڈ فنڈ۔ روس فنڈ۔ جاپان فنڈ۔ جاپان فنڈ۔ گرچی فنڈ۔ پیرسات فنڈ۔ مرغی ایڈا توں فنڈ۔ کم فنڈ۔ غم فنڈ۔ میں چندہ دیتے دیتے اب ہم مفلس ہو گئے۔ گھر میں جو بے تالیاں زیاں کھاتے ہیں۔ پیٹ پر پتھر باندھے پھرتے ہیں پھر ایسی حدت میں دن پٹے کئے تھیں قیقریل کو حنفیل نے ہزاروں امیروں کو فقیر کر دیا۔ کہناں سے دیں۔ لیون افلاس فنڈ کی سالانہ رپورٹ مرسل خدمت ہے۔ منظور فرما کر حکم سبب صا و ر فرمائیے۔

دہوندا

بدنام خلق میں ہے کیوں نام مفلسی کا کرتے ہیں ہم تو خودی سب کام مفلسی کا

<p>گو یا چڑھا رہے ہیں یہ جام مفلسی کا میوں صبح کو نہ آئے پیغام مفلسی کا بیجا نہیں ہے ہم پر الزام مفلسی کا احسان مفلسی کا اگر ام مفلسی کا ناراض سیٹھ جی ہیں انام مفلسی کا کاتب ہے فاقہ مستی اسٹام مفلسی کا مشہور رہوں جہاں میں گلفام مفلسی کا لے لے زری مشاوے الزام مفلسی کا آغا زین نہ سوچے انجام مفلسی کا ہیکو سمجھ رہے ہیں بسبام مفلسی کا ان جھک منگول نے بھی پیغام مفلسی کا گھیرے ہوئے ہے ہیکو مسنام مفلسی کا گو یا غلام مہوں میں بیام مفلسی کا دشمن قوی ہے گویا اسلام مفلسی کا تھوڑے سے بھی اونچا کچھ بام مفلسی کا چمک میں ہمہ آیا الزام مفلسی کا</p>	<p>دولت قرار ہے میں اپنی شرابی کر شادی میں رنڈیوں کا جلتہ ترانہ ہے دولت پسند میں ہم محنت سے بھاگتے ہیں کھیلنا جو اتو ایسا کوڑی نہ پاس رکھی اس مفلسی کے ہاتھوں بٹیں ہیں جتنا سرخط لکھا لیا ہے اس بے زری نوچے افلاس کے سبب میں حاصل فرورغ مجھو اے مفلسی اٹھانے اتو جہاں سے مجھو ہر ایک کا تقاضا ہر ایک کا تقاضا ہیں گو رخ مہاجن جو بھاگتے ہیں تھے قوی برادر ملنے کس کس طرح سے لڑنا کیا اجرات زر کے سرمیں سما رہے ہیں افلاس مجھو باتیں سنو راسے صدنا ایمان ہو جو قائم تو مفلسی نہ آئے آخر تراشینی ہیکو چڑھا کے لانی اخبار کی بھی قیمت دینے سے منہ لایا</p>
--	--

ہاتھیں چڑا رہے ہیں خوش چیم کج تھے
 ملتی یہ لڑتا ہے باوام مفلسی کا
 انوں اب بچکر بنے کا دیوان آ یا
 آغا زین نہ سوچے انجام مفلسی کا

سید شہید علی شاہ شہید علی شاہ

لے آٹا سپکی پچندے میں دے ڈالی گئی۔

چوہنج ٹوٹا ناٹو

چوہنج ٹوٹا ایک اٹو ہے کہو کیسی کہی
دوسرا بھی ابن ہشو ہے کہو کیسی کہی

جھنجھائی محلے میں طرح طرح کے جانور پرمیاریا لاتے تھے۔ اتفاق سے ایک عجیب غریب تم
کا جانور ساکھو کے ایک سوکھے جھوٹے پر بٹھا ہوا کلیلیں کر رہا تھا۔ چودھری میرامن بھی اپنے
گندھے پر چال ڈالے اور اسہ لئے ہوئے جا رہے تھے۔ جھٹ کیا لگا دیا۔ جانور ہشیار تھا۔
مگر سمت میں کچھ دنوں نفس کی سیر لکھی تھی اونڈھے میدھے گھسٹے ہوئے چلے آئے۔ اب
جو غور سے دیکھتے ہیں تو اُٹو ہے۔ مگر چوہنج نڈا اور میرامن تو صورت دیکھتے ہی مایوس ہو گئے
اور اس کے فروخت ہونے کی امید سے ہاتھ دھو بیٹھا۔

کیونکہ اس کے پاس وچار اُٹو کرچی آنکھ چٹنی ناک مسخ سفید مہینوں سے چھیڑے
کھا کھا کے موٹے ہو رہے تھے۔ اور کوئی پوچھتا نہ تھا مگر چار ناچار نخاس دکھایا گیا۔
ادھر دوالی تریب تھی۔ ایک بھلی کے عامل کو بھولائی کی بھینٹ چڑھنا تھی اور عمل
کو جگانا تھا۔ وہ بھی ڈھونڈھے ہوئے سویرے سویرے نخاس پہنچے اور ان کو اُونے
پولے مول لے لیا۔

رات کو عمل شروع کرنے کے واسطے بھینٹ چڑھانے کے لئے چھری اٹھائی تو اُٹو
بھی کچھ ٹوٹی چھوٹی اُردو بولنے لگا۔ مگر الفاظ بے ربط۔ بے تکیے۔ وہ بھی ٹکڑے ٹکڑے۔
جیسے حمل کو حمل نہ کو نہ رہی تھی۔ جانی تھی۔ کھانی تھی۔ ناچنی تھی۔ کافی تھی۔
اس پر طرہ یہ کہ چوہنج کے نویسے الفاظ اکھڑے ہوئے ادا ہوتے تھے۔

عامل صاحب نے جب یہ دیکھا عمل کو درگزر گیا۔ چھری پھینک دی۔ اور اس اُٹو کو اُڈ
الفاظ رٹانا شروع کئے۔ کچھ مدت میں مار پیٹ کر رواں کر دیا۔ رفتہ رفتہ سمت کی یاوری
اور چند بے وقوفوں کی جہربانی سے ایک اخبار کا اڈیٹر ہو گیا۔ مگر تہذیب اور آدمیت آنا

تو دشوار کھتی جی گد جی بن کی باتیں اور ہوتونی موردنی حصے میں آئی بیشیطان کی مدد سے
کچھ شہد اپن آگیا۔ دوسرے سبیاں شہدے نے اپنا شاگرد کیا تھا۔ اس کی تربیت کا اثر
اور سونے میں سہاگے کا کام دینے لگا۔ ہر ایک کو گالیاں دیا کرتا تھا۔ دو چار سی منس
کے شریک ہو گئے۔ اور وہی ہانک بولنے لگے۔ اتفاقاً ایک مرتبہ ایک مولوی صاحب سے
الچہ پڑا۔ انھوں نے جو غصے میں دوا پھر پڑھ کر بھونکے تو چڑا کی زبان بند ہو گئی۔
لاکھ پکارو منہ سے نہیں بولتا۔ بات چیت کو محتاج ہے۔ مہربانی فرما کر کسی صاحب
کے پاس زبان بندی کا آٹلا ہو تو اس چرخ ٹوٹے لوکی جان پر رحم فرما کر دریغ نہ فرمائیے
اگر منہ سے حرف بھونٹے لگا تو آپ کو دیدیا جائے گا۔

پہلے پہلے پہلے پہلے پہلے پہلے

کنہ ناتراش

غالباً آپ لوگ مجھ کو نہیں جانتے۔ میں شاعر ہوں۔ میں نے اپنا تخلص اب تک نہیں رکھا۔ کیونکہ میں
سناںی ہے جس شاعر کی عزت اچھی ہوتی ہے مقلعہ خارج کر کے میں اپنے نام سے شایع کر دیتا ہوں
طبع کہنے کی بھی تکلیف نہیں اٹھاتا ہوں۔ میری قوم فخر کے مارے کٹپا ہوئی جاتی ہے۔ خاص کر
ایک وزراں یا وریں پر شک میری بہت ملاح ہے۔ سب لیڈر ہیں۔ میں "بڈڑ" ہوں۔ کیونکہ
میں ہندو مسلمانوں میں کھٹکت ڈالنا چاہتا ہوں۔ مشہور ہے مصرع

ازل سے دشمنی ملاؤں دمار آپس میں رکھتے ہیں

میں بھی مولویوں کا اور پٹیلوں کا جانی دشمن ہوں۔ بس چلے تو خون پی جاؤں۔ سفید سیاہ میں
کچھ تمیز نہیں کرتا۔

میں مدین کی خارجی توجہ سے بی۔ اے ہوں۔ میں اپنی شہرت چاہتا ہوں۔ اگرچہ وہ
حکامیدان اور اقتدار سے حاصل ہو۔

شہنشاہی والے قصہ میں میں نے کچھ شیطان سے کم کام نہیں کیا۔ ادھر بچ کو گدنا بنایا۔
ادھر اپنی قوم کے احمقوں کو برا بھلا کیا۔

میرے نزدیک شہنشاہ پرستام اعتراض بجا ہیں۔ آتش۔ ناسخ اور تمام اُردو کے شاعر

زبان نہیں جانتے تھے کیونکہ ان میں مطعون ہونے والی زبان ذاتی کا حصہ موجود نہ تھا۔ زبان مصنف
شعری جانتے تھے یا میں جانتا ہوں۔ زبان بازی میرے حصہ میں ہے۔ چاہے بعد کو کچنی مرثیہ جو
شعری پر غلط اعتراض مجھے غلط۔ جتنے شاعریں مجھے ملے۔ جتنے لغت میں غلط میرے نزدیک تمام مطعون غلط
خود غلط اہل غلط انشا غلط۔ شعری ہر طرح صحیح۔ اس کو میری آنکھوں سے دیکھو وہ بھونکی آنکھ کا
دیدہ ہے۔ اگر اسکی شاعری نہ رہی تو تم اسے دنیا سے شاعری کی دولت نکل جائے گی۔

میرے پاس ایک کتاب اینٹ الیزادہ کا کوری کے گدھے پر لاد کر آئی تھی۔ حضرت آدم
سے پیشتر کی چھپی ہوئی مصنف کی خاص مہر لگی ہوئی۔ اس کو سواے میرے اور کاکوری والے
گدھے کے کسی نے نہیں دیکھا۔ اب بھلا میری تحقیقات کو کوئی کیا پاسکتا ہے ؟

حمل پر اعتراض بجا ہے۔ بہر حال میم بہت صحیح ہے۔ کیونکہ یہ اصل میں حمل تھا۔ جیم کے
پیٹ کا نقطہ گر گیا حمل رو گیا۔

بعضے میگہ نیکہ اصل اس کی پہل تھی۔ میم کو فارسی داؤں لے کھا لیا اور اس کا پیش
فتح سے بدل کر دوسرے میم کے سر پر پھینک دیا۔ اسے سوز باکل ساکن تھا اس کو بھی زبردتی
فتح دے دی۔ اس میں کسی کا کیا اجارہ ہے۔ تو اب اہل ہائے ہوز سے بفتح میم ہے میرے
پاس کتاب موجود ہے۔ دوسرے سہادی بیگم کی دودھ دتی میں بھی چاروں سطروں پر یہی لکھا ہے
اب میں کسی سٹا عوام کسی لغت اور کسی اہل زبان کو نہیں مانوں گا۔

میں کچھ مکتب خانہ کا پڑھا ہوا تو ہوں نہیں۔ نہ یہ غلط کتابیں میں نے پڑھی ہیں۔ ماسٹر
صاحب نے زیر زبر کی حرکت مجھ کو سمجھا دی ہے۔ کوئی لاکھ کہے میں ہرگز نہ مانوں گا۔ کہ حمل میں
حرکت نہیں ہے۔ میں نے خود حرکت کی تھی۔ دوسرے ماسٹر صاحب کی بجا حرکتوں نے مجھ کو
بجانی سمجھا دیا ہے کہ کوئی لفظ بغیر حرکت کے ہوتا ہی نہیں۔ کوئی جالور حرکت سے خالی
نہیں ؟

رونی تو کہا کہ کسی طور محض

ایک نافی کی سرگزشت

حجام نے اپنے آبائی پیشے کو بہت کچھ چھپایا مگر جب کوئی صورت روٹیوں کی نہ ملنے لگی تو پھر رفتہ رفتہ اپنے قرینے پر آ رہا۔ آخر مجبوراً آئینہ لکڑی کا بنایا اور اتر اتراسانی بھی کرنا پڑا۔ درحقیقت یہ عرب کے اندھوں کے ساتھ دھوکے سے بندھا ہوا چملا آیا تھا۔ باپ کی طرف سے حجام ہے۔ اور ماں کی طرف سے دانی والا ہے۔

اور ماں کی طرف سے دانی والا ہے۔
خندان ابجاری کا مسئلہ اس نے اپنی والدہ سے حاصل کیا۔ اور گھری میں مشق بہم پہنچا
رفتہ رفتہ مسلمان بن گیا۔ حجامت کی ابتدا احمق الذین سے شروع کی۔ پہلے پہلے
انھیں کو مونڈا پھیرا پنے ہادی پر ہاتھ صاف کیا۔ اب تو اشارت سے خطی ایک ایک
کھنٹی اکھیر لیتا ہے۔ یہ کوئی گھس کھڈا لائی نہیں ہے۔ کوئی صاحب یہ خیال نہ فرمائیں کہ جس طرح
سندر کے ہاتھ آستر لگ گیا تھا۔ یہ بھی اسی قسم سے ہو۔ نہیں نہیں با تحقیق معلوم ہو چکا ہے کہ یہ قہری
حجام ہے۔ بعض لوگ دہوکا کھاتے تھے۔ کہ شاید یہ انارٹی نہ ہو تو وہی مثل صادق آئے کہ کٹنے
جہان کا سیکھے نانی کا۔ اگر آستر اچڑنے کی تمیز نہ ہوتی۔ تو رخ میں کبھی ہشتا نہ دیتا۔ لسترا
بھی ایسا ہے جسکی یہ روایت مشہور ہے کسی نے کہا مٹھو نانی نے کہا راجہ کے بڑے بڑے
کٹان۔ بچارے نے سب حال تو اپنا آئینہ کر دیا اب بھی جہان لوگ متوجہ نہ ہیں تو جائے تا
ہے۔ ایک رئیس نے کہا تھا آگے کا اٹھا ہوا کھانا ملے گا۔ اور پانچ روپیہ مہینہ۔ روز چھوٹے
بھتیہا کا سر مونڈنا ہوگا۔ سینا پور لئے جاتے تھے۔ ریل پر کسی نے قہر دیا کہ کہاں لئے جاتے ہو۔
وہاں روز مسلمان کی ریل سپل ہو گئی۔ خرفروہ ہو کر بھاگ آیا ساتھ لاکھ سمجھا یا کہ تم کو اس کا حق علیحدہ
سے ملیگا۔ مگر یہ کب ماننے والے تھے۔ غصے کے نام سے فوراً جھجکتا ہے۔ کیونکہ اپنے گھر
میں تو اسکو خندان ابجاری سے سابقہ پڑا تھا۔ اور یہاں ایک بھاری کام کا مقابلہ ہو جاتا ہے۔
تو ہمارے شرم کے آنکھیں بند کر لیتا ہے۔ ہاں حجامت میں استاد ہے۔ ایک وفد کو قوا لئے
آستر سے مونڈ چکا ہے۔ اور حجامت کی رعایت سے جوئیر کا خطاب حاصل کیا ہے۔ ہر سٹ

کہ جون کا قلعی دشمن ہے۔ اب کسوت الدولہ کا لقب دیکھیے کس منوڑے کیہ دے ملتا ہے۔ مگر کسوت کی صفائی کا اس کو خیال نہیں۔ کٹوری بد قلعی لاتا ہے۔ گنگھی کے دند انوں میں سیل بھرا رہتا ہے۔ استرے بال کم لیتے ہیں۔ چروٹا نان خطائی سمجھ کر خد کھا گیا۔ امینہ اندھا کرہتا ہے۔ قینچی کے خالی گھیرے دکھاتا ہے۔ پار کا پتہ نہیں۔ سکی گھسی ہوئی لاتا ہے۔ ناخن گیری تو ہے ہی نہیں۔ کسی چھاپے خانے سے حرف تراش چرا لایا ہے۔ موچنے کی ضرورت نہیں۔ باتکا و کاٹا بال ہاتھ سے کپڑے اکھڑ لیتا ہے۔ کسوت چڑے کی ہے مگر کچھی ہوئی۔ ون بھر حجامت بنانا ہے رات کو بدن بھی داب لیا کرتا ہے۔ اس میں بھی دو چار پیسے مل جاتے ہیں۔ ہسالت پر داغ عظیم اللہ خانی رکھتا ہے۔ بات بات میں استرے پر ہاتھ ڈال دیتا ہے۔ جب پوچھو یہی کہتا ہے خداوند نائی اگر غریب سے غریب بھی ہوگا۔ تو دو چار اشرفیاں ضرور منگی ضرورت کے وقت مشکسہ المزاج بھی ایسا کہ باید و شاید۔ عید بقرعید کو مٹی کا پیالہ ہاتھ میں روٹیوں کا تھیلہ نعل میں لٹکا ہوا ہے۔ اور آپ دروازے دروازے پکار رہے ہیں بخدا سلامت رکھے نائی کی تہواری اور روٹی مل جائے کسی نے چار پیسے چار چا تیان دوا لوجھڑا دیے۔ تو اب ان کی خوشی کا کیا کہنا۔

حمام اس کا بالکل ٹھٹھا رہتا ہے۔ جو کوئی اندر جاتا ہے۔ بہت پچھتا تا ہے۔ ہاں پانی چھوڑنے میں حاتم ہے۔ نکھیا اور بین وافی لئے ہوئے ہر وقت موجود رہتا ہے۔ کوئی زبردست خان گھس آتا ہے۔ تو کھیسے نکال دیتا ہے۔ ناتواں اتنا ہے کہ سرٹنے میں حوض ہو کے رہ جاتا ہے۔ یہ ضرور ہے کہ ہر وقت رومال لئے کھڑا رہتا ہے۔ پہلے تو لئے سے پینا پونچھتا ہے۔ پھر ننگی دیتا ہے۔ نہانے کے بعد خراب پانی رس کی جہری سے بہ جاتا ہے شیرمدا اتنا ہے کہ کسی کو استرا لیتے ہوئے دیکھتا ہے تو منہ پھیر لیتا ہے۔

منشی صاحب کو اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔ کیونکہ ابھی تھوڑا عرصہ ہوا کہ ایک نائی کے رکے نے چوک کے ایک خط دلے حافظ جی صاحب کو عیش باغ کے میدان میں دوہکا دیا تھا۔ بیچارے کو مشکوک حالت میں پڑا کھڑ دیکھنا پڑا یہ معاملہ سب پر روشن ہے۔ اعاقل تکفیر الہ اشارہ۔ سننے میں آیا ہے کہ انکی بدولت اس کے گھر میں عطر تیل کی ریل پیل رہتی ہے مال مفت دل بے رحم۔ دال میں بچہ کالا معلوم ہوتا ہے۔ فاعبر دیوالی والا ہمسارہ

چٹچٹچٹ چٹ چٹچٹ چٹ چٹچٹ چٹ

خیال کیا کہ مرزا صاحب کی خدمت میں فیضیاب ہوں لیکن مبارک علی اور مولوی کے حرف سے ہمت نہیں بڑھتی۔ ورنہ چٹانخوری کی عادت تو مجھ میں ایسی ہے کہ شاید وہ بڑا بڑا
عوض نہ اوصاف احاطہ تحریر سے باہر ہیں۔ فی الحال چپ را شمار آبدار اس کی تعریف میں
نظم کئے ہیں۔

<p>اکھول دیتا ہے جو ہر وقت حقیقت اپنی تو جتا تا ہے زمیوں سے شرافت اپنی جا بلوں میں یہ نگہباز کرے حرکت اپنی اس لئے خودی جتا تا ہی حماقت اپنی کہہ دے دے لیاقت کو ہدایت اپنی کم نہ ہوگی کبھی دان فطرافت اپنی اندرونی وہ دکھاتا تھا لیاقت اپنی</p>	<p>عینِ ذلت کو سمجھتا ہے یہ عزت اپنی اکھرے جس وقت نکلتا ہے یہ حق جاہل خود ستانی کا مرض اس میں سوا ہی سے چو دہری آپ کو کہتا ہے یہ مجاموں کا خرف جلاوچھے میں تو خودہ پھلکا ہے ہیں نہی ہی اس کو تعصب ہے تو ہر ہم کو کیا غاد کو میں نے چپ دی تو اسے چھینا لئی</p>
--	---

ہم بھی موجود ہیں تانی کی حرمت کیلئے
اور کھلائے گا کیا ہم سے حقیقت اپنی

~~~~~



## بی سجاد کی کاشتکاری نامہ مولانا کے نام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیارے مولانا! قسم ہے اپنے سر کی اگر میں جانتی کہ تم اس معاملہ میں اس طرح بگڑ کھڑے ہو گے۔ ایسا بھڑاکا کاشتکار بن کے میرے پیچھے چھٹ جاؤ گے۔ تو کوئی ایک نہیں ہزار کہتا میں فوج ایسے مردوں کے بیچ میں پڑتی۔ اے میں تم سے کہتی ہوں۔ اللہ رکھے میں تو ہمیشہ سے تمہارے منہ چڑھی تھی۔ تم دی مولانا ہو۔ ابھی چاروں کی بات ہے تم نے پردہ عصمت نکالا تھا۔ مجال کیا تھی کہ کوئی تمہاری مخالفت کر جاتا۔ مگر میں نے کیا کیا مسخہ پن کیا۔ کیسی کیسی دلیلیاں کیں۔ تم ہمیشہ منہں کر ڈال دیا کئے۔ پرخ کا کوئی پرچہ خالی نہیں جاتا جو میں تک نہ سنا تی ہوں۔ تمہارے نام سے میری دو درتی کی رونق تھی۔ لوگ اس اعتبار کو نہیں دیکھتے تھے جس میں سلامتی سے کچھ تم سے چھڑ خانی نہ ہو۔ مضمون میں گرامر کی نہیں اتنی تھی جب تک نام سے لوگ جھوک نہ ہو۔

میں نے تمہاری ذاتیات پر بہت سے ایسے حملے کئے۔ جس سے تم کو ہرمانے کا حق تھا۔ میرے منہ سے میرے ہوا خواہوں نے جو کچھ تم کو کہا تم نے شربت کے گھونٹ کی طرح پی لیا۔ یہاں تک کہ بعض بعض تارنے والے بھانپنے لگے۔ کسی کسی کو تو یقین ہو گیا کہ وال میں کچھ کا اصرار ہے۔ کبھی ایک آدھ منہ بھٹ میرے منہ درخت کہہ گزرا کہ اچھا موٹا بار بھانسا۔

میں نے کہا ہاں خوب کیا۔ کسی ایسے تلیے کا اجارا ہے۔ جس کو رشک ہوتا ہو اپنی ۔۔۔ کو بھیج دے۔ کیا کسی بھڑوے کی چوری ہے۔ ہم تو ڈنکے کی چوٹ پر کھتے ہیں ایک ادبی پرچے کے ساتھ بھی میری چھڑ خانی برابر چلائی۔ کچھ میری عادت ہو گئی تھی کہ باقی بے ماتم کو جان جان کے ستاتی اور تمہارا منہ چڑھا دیا کرتی تھی۔

دوسرا پرچہ تو اصرار میں نے نکالا اور میں نے آواز سے آواز سے شروع کئے۔ ایسی ایسی ادبھیاں سنائیں۔ وہ وہ ملاجی گایاں دیں کہ بعض وقت تو میں اپنے جی میں خود شرمندہ ہوتی تھی۔ وہ سراسر ہوتا تو خدا جانے کیا کچھ کر دیتا۔ اور کسی کچھ میری بیخیزتی نہ کرتا۔ مگر اللہ رکھے تم

ہمیشہ خندہ پیشانی سے ٹالا کئے۔ کبھی تو پر میل تک نہ آیا۔ مگر اب تو میں دیکھتی ہوں۔ تم سے مجھ سے علی کا فرق ابیر پر گیا ہے۔ مجھ کو پاتے ہو تو پھری کو نہیں پاتے ہو۔ پھری کو پاتے ہو تو مجھ کو نہیں پاتے۔ اور یہ سب تم سے جلنے والے خوش ہو رہے ہیں۔

دم بھر کے واسطے تم غصہ کو بخوک دو تو خطا معاف ایک بات کہوں نہ تم نگوڑ مارا نیا چہ نکالتے نہ مجھ کو یہ دن دیکھنا لظیف ہوتا۔

آپ ہی تو پرچہ نکالا۔ اس کے واسطے کیسی کیسی سر توڑ کوششیں کیں۔ کہ کسی طرح ہندو مسلمان کھل ملکر ایک ہو جائیں۔ ہندو کی لڑکی مسلمان کے گھر آئے۔ ہندو کے گھر جا کر تو کوئی مضائقہ کی بات نہیں۔ آپس میں مصاحبت اور موافقت بغیر سناکت کے نہیں ہو سکتی۔ مجھ..... پیٹی کی جو شامت آئی تو جھٹ بہاری نصیحت پر عمل شروع کر دیا۔ جہاں کچھ لوگوں کے لئے کھانے میں نے بٹا بٹا کر دو دو کھٹیاں سب کو پکڑا دیں۔ میں جو مل پیدا کیا۔ آ، درفت کی راہ نکالی۔ دانت کاٹی روٹی ہو گئی۔ وہی روش وہی چال۔ وہی چلن میں نے جستیا رکھا۔ جو تم نے بتایا تھا۔ آخر کو وہی چائے پانی ہو گیا۔ اور ایسی کھٹیاں مل گئی کہ لوگ مجھ کو بھی ان میں کا ایک سمجھنے لگے۔ کچھ وزن اور چپ رہتے تو میری اولاد بھی انھیں میں مشہور ہو جاتی۔ اور دو چار جھول میں بھی نکال لیتی۔ بس فقط نام بدلنے کی کسر رہ جاتی۔

مگر تم نے تو صین کو بال میں غلہ لگایا۔ ابھی اچھی طرح سے قارورہ آمیزہ ہونے پایا تھا کہ تم نے زن سے ٹھنڈی پر اعتراض جڑوایا۔ محلے بھر کے لوگوں سے روٹے پیٹے پھینکی کی طرح میرے آس پاس پکڑ لگانے لگے۔ اور زبان کے متعلق مجھ سے آس کے پوچھنے لگے۔ جھوٹ کہیں بولتی میں نے جان صاحب کے منہ حمل سنا تھا۔ دوسرے میں خود حمل پالتی ہوں۔ ایک مرتبہ میرا حمل گر چکا ہے۔ شاید تم کو یاد ہو تمہاری ہی تو بشارت تھی۔ مگر ڈراصل ہے ہی کیا چیز۔ جب ذرا کسی سے گھان میل ہو گیا۔ حمل موجود۔ مگر زیر زبر کی تحقیقات اور چھان بنان کے ساتھ میں نے تمہارے ہی منہ سے سنا۔ میں ایسی سب ری کی چند ہی نکالنا تو جانتی نہیں یہ تمہیں کو مبارک ہے اسی طرح میں ہمیشہ لبر لبر کی۔ وہی میں جانتی ہوں۔ میری کاکو دی میں بھی لوگ یہی بولتے ہیں۔ اب تم مردوں نے ایک ساکن اپنی طرف سے زبردستی اس میں لگا دیا تو لگایا

کر وہ سچ سے پیشیا نہیں پاؤ گے۔ وہ اور ہوتی ہو گی جو زیر سو جاتی ہوں نہ خدا جانے کیا آفت ہے۔ لگوڑ مارے مردوں کو ہمیشہ اسی کی پڑی رہتی ہے۔ ذری ذری سی بانوں کے واسطے کٹے مہرتے ہیں۔ ۶

”اے خدا کہ میں تو اس گمان میں تھی کہ میں جو کچھ کہوں گی۔ تم فرشتوں میں مان لو گے اور ہنسکر ٹال دو گے۔ مگر منہ ماری غصے کی آگ اسی نہیں بھڑکی تھی کہ میری شیریں بانی کے آب سے دیکھی تیر جاتی، تم پہلے سے بھرے بیٹھے تھے۔ کہ ناحق مجھ پر برس پڑے۔ اور وہ وہ بنایا۔ ایسا ایسا نمک فچھر کا کہ میرا سچا کھلیجہ تھا جو آج تک سنتی رہی اور کب ہوتی تو کب کا زہر کھا لیتی۔ اسے میں کہتی ہوں یہ اب کی تم کو کیا ہو گیا ہے۔ جو اس طرح بگڑ گئے۔ آنکھیں نیلی پٹی کرتے ہڑ۔ کیا تم نہیں جانتے ہو کہ وہی شاعر گھرانے کی ناک ہے۔ اللہ اللہ کہ کسے بڑی مبتدوں سے۔ بڑی مرادوں سے ایک ایسی تو ایسا پیدا ہوا جو موزوں ناموزوں میں تمیز کرتا تھا۔ نظم شعر میں فرق کر لیتا تھا۔ جھوٹ کہتی ہوں تو دوسرا کوئی تبادو۔ شنوی اس نے صحیح کھی یا غلط۔ موزوں کھی یا ناموزوں آپ کون تھے۔ اس کے ناز تو آتش تھے اٹھائے۔ نسخ نے اٹھائے۔ صبا نے اٹھائے۔ رند نے اٹھائے ایک نہ اٹھ سکے تو تم سے؟ زبان وہ نہیں جانتا تو کوئی دوسرا تبادو جو زبان جانتا ہو۔ میرا قول ہے کہ مرد سے ایک سرے سے زبان جانتے ہی نہیں۔ بھگو جو اس خاندان سے واسطہ ہے تم کو بخوبی معلوم ہے۔ پھر جان بوجھ کر انجان بنتے ہو۔

ہے بے کچھ مست کو میرا خیال بھی نہ آیا۔ کہ وہ اڑ گئی کیا کہے گی۔ خدا ہی سمجھے کہ جیسا تم میرے بچوں کو ستاتے اور کھیلاتے ہو۔ بیچاروں نے مارے غم کے کھانا پینا چھوڑ دیا ہے۔ چار چار آنکھل شیر دانی دھیلی ہو گئی۔

دن بھر میں دس دس دفعہ میرے پاس فریادی آتے ہیں۔ تم کو چاہیے تھا کہ میرے منہ سے ان کی سرپرستی کرتے۔ جو کوئی دوسرا ان کو آنکھیں دکھاتا۔ اس کی آنکھیں نکال لیتے۔ مجھ کو مہرتے کے بعد تم سے کیا امید رکھنا چاہیے۔ جب کہ جیتے جی ہم نے میرے بچوں کے ساتھ یہ سلوک کیا۔ بھلا مجھ عورت ذات سے کیا اترتے ہو۔ کسی مرد سے بولتے تو وہ غم کو مزہ بھی چکھا دیتا۔ مجھ پر جو چاہو زبردستی کرو۔ کیا کبھی اب مجھے منہ نہ دکھاؤ گے۔ تو یہی جو سب کے سامنے تم سے چھپے جانی نہ کروں۔ آخر تو ساری دنیا میں میری

ناک کٹ گئی۔ نہ معلوم کس کم بخت مونڈی کا سٹے نے بھڑکا بھڑکا کر تمہارا دل میری طرف سے پھیر دیا۔ نہیں تو تم اپنی ذات سے ایسے نہ تھے۔ میرا تمہارا مدت کا سال بقرہ ہے۔ اور نہ میں ہی کچھ بدل گئی ہوں۔

لیکن اب گوری باتیں سنتے سنتے میرا دل تم سے کھٹا پڑ گیا۔ آگ لگ جائے ان بھڑکانے والوں کو کیا خاک فائدہ ہوتا ہے۔ ہم تم بھڑکایا ہو جائیں گے۔ اور یہ مومے جلتے جلتے ہی رہیں گے۔

میں تو تمہیں اپنا شوہر سمجھتی ہوں۔ یہ مومے تمہارے کوئی ہیں۔ ان کی بات کا برا ماننا ہی کیا۔ تم اتنا نہیں سمجھتے۔ مومے شنی والے سے جھکے کیا علاقہ صرن لونڈوں کی خوشی کی ایک بات میرے سر سے نکل گئی۔ تو اس پر تم اتنا آگ بگولا ہو گئے۔

شیطان کے نام سے جو خط بھیجے تھے وہ درحقیقت شیطان نہیں ہے۔ بلکہ شیطانی حرکت سے جو پتے پیدا ہوئے ان کا نام میں نے شیطان رکھ دیا ہے۔ یہ سب خط انھیں کے تھے۔ نے اب غصہ بھوک دو اور مجھے اپنی صورت دکھاؤ۔ مہینوں کی اربان میں ترستی ہوں۔ دل میں نزاع اچھی نہیں۔ دیکھو ابھی تک میرے دل میں تمہاری طرف سے کوئی برائی نہیں آئی۔ میں نے تمہاری خاطر سے ..... پرچے میں ایک کارٹون کے ذریعہ سے شنی والے شاعر کی خاندانی زبان سنا دی۔ سچ کہنا اب تو خوش ہوئے۔ اور بکاؤ کی کے باغ میں مسرور اردوں کو کیا اٹھلایا۔ اس پر بھی تمہاری خط کی کم نہ ہو تو میں کیا کروں۔

طاعون والا خط دراصل تمہارے محلے والوں کے ڈرانے دھمکانے کے واسطے خود میں نے لکھا تھا۔ اور مجھے حق بھی تھا۔ کیونکہ جب شیطان کی خالہ ہوں۔ بیضہ کی خالہ ہوں تو طاعون کی بھی خالہ ہوں۔

مرزا غاؤ والا جتنے بھی تم شاید جانتے ہو اسی بڈھی کا بھن بکری خضابو کا ہے۔ جو مرزا سستا کے گھر میں بیٹھی تھی۔ تم دو ان سب کی چند یا گرامو تو مڑا آجائے۔

حجام کی خوب مرمت کی۔ یقین تو ہے کہ آئندہ حکمت کی نہ بگھارے۔ اسی طرح دوستوں کی وجہ سیمہ نے لٹا لٹا دیا۔ مانتی ہوں استاؤ کیونکہ یہ سیاں شہیدے کا خط اور ہمارے نام اچھا یاد رکھنا۔

رقیبہ سجاد

# ابلیس کا خط خالہ سجادی کے نام

کیوں خالہ! میں تم اپنے تھکنے ٹوٹوں سے باز نہ آؤ گی۔ تمہارے ہاتھوں سے ہماری گروں میں طوق لعنت کا پڑا۔ مگر تم ہمیشہ اپنی ناجائز حرکتوں سے ہم کو بدنام ہی کرتی رہیں۔

میں دیکھتا ہوں کہ تم کو مولوی اور مقدس گروہ اور عالموں سے محبت دشمنی ہے۔ اور ہمیشہ سے تم میرے نام سے ٹٹلی کی ٹوٹ میں شکا رکھیلا کرتی ہو۔ میری کیفیت یہ ہے کہ جہاں کسی عالم کا نام آیا میرا رنگٹا روٹگٹا کاٹتا ہے۔ جس طرح بکری تھائی سے کاٹی جاتی ہے۔ محسوس کروہ سے ہمیشہ ترک ملائی۔ اور یہ گروہ تمہاری وجہ سے میرا دشمن ہو گیا۔

یہ باتیک کہ سرسید کو تو کامل یقین تھا کہ ابلیس کوئی چیز نہیں۔ یہ سب سجاد کی دوسری حرکتوں کا نام ہے۔ تم اگر عمدہ اخلاق۔ اتفاق۔ اتحاد۔ اصلی تعلیم تہذیب تمدن پیدا کرتیں اور ترقی ملکوں کی آتش نفاق کو خوب مشتعل کر کے اپنے کیلے کی آگ نہ بجھاتیں تو اچھا ہوتا۔

خدا کو بہت بہتر کرنا منظور تھا اور ابھی بزرگوں کا نام چنہ عرصہ تک پردہ دیا پر قایم رکھنا تھا۔ جو اس نے محض اپنی شان کبریا کی سے تمہارے ہاتھ پاؤں دل و دماغ اور زبان کی قوت سلب کر لی۔ اب تمہاری تو یہ بھی مشہور نہ ہو گی۔ کیونکہ تمہارا واسطے قیامت کا وہی دن تھا جس دن تمہاری زبان مہر ہوئی۔

میں جانتا ہوں کہ خدا کے یہاں سے مجھ کو ابلیس کا لقب تمہاری زبان و دماغ سے ملا۔ جہاں مجھ میں ہزاروں بُرائیاں ہیں وہاں ایک اچھائی یہ بھی ہے کہ میں اکابرین و مذہب سے ہمیشہ خائف رہتا ہوں۔ تم نے میرے نام سے سرسید کو خط لکھا اور حنفیہ جانے کس کس کو خط لکھے اور جب میں نے تم سے شکایت کی تو تم نے یہی جواب دیا کہ تم ہی شیطان ہو۔ اللہ رکھے میری برادری میں شیطان پیدا ہوا ہے۔

جس کی حرکتیں ہم سے بھی زیادہ ہیں۔

بلکہ ایک دن اپنے دعوے کے ثبوت میں ایک مرتقی جمہور گورڈ بٹلے ایفونی پوش کر دیا۔ میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے کزوت اب اور بھی بڑھتے جاتے ہیں۔ دوسرے سببان شدیدے کی صحبت میں تم اور بھی خراب ہو گئیں۔ تم نے بھیک مانگنے کا یہ طریقہ اچھا نہیں ٹھنیا کیا ہے۔ تم بڑے بڑے رمیڈوں کی عزت اتار دیتی ہو۔ گوہنہ اور طاعون تمہارے چرائے آفتاب ہیں مگر آجکل تم نے لغوے اور فلیچ کو گلے کا بار بنا رکھا ہے۔

جب تمہارے دل و دماغ کام نہیں دیتے۔ تاکہ پاؤں ساتھ نہیں دیتے۔ زبان قابو سے باہر عقل و حجت ہو گئی ہے۔ تو تم ہر ایک کے ہکالے سے مشاہیرا دادوں پر کیوں سنبھکتی ہو؟ تم نہیں جانتی ہو کہ ہمیشہ یہی لوگ قدامت کے خیال سے تمہاری عیب پوشی کرتے ہیں۔ اور تمہارے بدناماؤں سے کوٹھاتے ہیں۔ ورنہ ان کے ایک نظم کے اشارے میں تم تیس تیس ہو سکتی ہو۔ انھیں نے تم کو یہ عزت دی ہے۔ اس نیکی کا بدلہ تم نے ان سے خوب نکالا۔

غضب تو یہ کیا کہ آلم غلم خود خیر کے نام سے تم نے شاعرانہ اعتراض کا جب کوئی جواب نہ دیکھا تو تعصب اور حماقت نے تم کو اس پر مجبور کیا۔ کہ تم مولانا ایسے غیر متعصب اور ہرول عزیز انشا پرداز کو مذہبی حملے سے زیر کرو۔ تم نہیں جانتی ہو انھیں کی جان کا کھ کوشش سے تم لوگوں میں اتفاق پیدا ہوا۔ انیس تم قوم اور ملک کے بھی خواہ پر محض اپنی حماقت اور نادانی سے ایک غیر واجبی لم لگانا چاہتی ہو۔ بانیان اتحاد میں آج مولانا کی مثال پیش کی جاتی ہے۔ تم ہرگز اس میں کامیاب نہ ہو گئی اور تمہاری رائے بالکل لغو اور بے بنیاد ہے۔ تم اپنے گریبان میں منہ ڈالو۔ اور شرمندہ ہو۔ تم سے ہندو اور مسلمان کوئی خوش نہیں سکا گئیں کا ساتھ تم نے نادان دوست بن کر دیا۔ اور کافر نس کی مخالفت تم نے نادان دوست بن کر کی۔ سو گھبرا میں دونوں تنگے۔ مایا ملی نہ رام تم اپنے کزوت اور اپنے کردار سے مسلمانوں اور ہندوؤں کی نظر میں حقیر ہو۔ معلوم نہیں کہ غم کے بعد تم جلائی جاؤ یا دفن کی جاؤ۔ کیونکہ مسلمان تم کو ہندو سمجھتے ہیں اور ہندو مسلمان جانتے ہیں۔ غریب شاعر کی دوست تم کو اپنی پی پی کر کوستی ہے۔ تمہاری دریدہ دہی سے اس غریب کے سارے عطرے کھولے گئے۔ اور وہ اعتراض کے گئے جن کو اب آتش بھی زندہ ہوں تو

نہیں مٹا سکتے۔ ختم کو جب شاعری سے تعلق نہ تھا۔ تو دخل در معقولات دینے سے کیا فائدہ  
مہار۔ رفتہ رفتہ تمہارے نامہ نگار بھی اب ٹھنڈے پڑتے جاتے ہیں۔ کیونکہ ان کو کوئی  
معقول بات نہیں ملتی۔ پہاڑ سے رانی کا مقابلہ کہاں ہو سکتا ہے۔

جوانی میں ان لوگوں نے تمہارے ناز اور خزنے اٹھائے۔ اور نازنین پر بھال بھکر  
طرح دیدی۔ ہمیشہ کسی کے دل ایک سے نہیں رہتے۔ اب تمہارے بوڑھے غمزے  
اچھے بھی نہیں معلوم ہوتے۔ تمہارے چمن حسن و جوانی میں خزاں کا دور دورہ ہے  
وہ بھول سے کمال مر جھل گئے۔ کوئی تم سے پاؤں دبانے کی بھی خدمت نہیں لینا چاہتا  
اس پر تم بھتی ہو کہ میں پونے بارہ برس کی ہوں۔ خالہ اماں حسد اکو مان کے اب اپنے  
بوڑھے جو بچے اٹھا رکھو۔ ہر بات میں پراچھی معلوم ہوتی ہے۔ ایک دن وہ تھا کہ تم  
پور پور جھپٹے ماتھے پاؤں میں مہندی لگا کے ہوئے چھی جان بتی ہوئی بیٹھی تھیں۔ اب  
بند بند تمہارے چہرہ ہو گئے۔ سیر کی ضرورت۔ ساتھ برس کی پڑائی ڈھکرو۔ جو بھٹتا ہے منہ  
پھیر لیتا ہے۔ ماتھے سے پیر بھی کھانے کو جی نہیں چاہتا۔ گو سچ ہے کہ تم نے جوانی میں بہت  
سے جوانوں کو کھائل کیا ہوگا۔ مگر اب خلیل خاں فاختہ آڑا چکے۔ ایاز قدر غریب لاشناس  
ایسے خزنے کر دیگی تو بھیک بھی میسر نہ ہوگی۔ بچھٹے پڑانے حال میں جو سب سے جانے غنیمت  
جاؤ۔ تم سے اچھی اچھی ناز وایاں دانے دانے کو محتاج ہیں۔ کوئی بھول کے نہیں پوچھتا۔  
نور ذبائے اگر... ایسے لوگ مقرب رہتے تو شاہی زمانے میں ایک پڑھا لکھا نہ ملتا۔ مگر  
کیا معلوم تھا کہ

کس نیا موخت تیر از من

کہ مرا عاقبت نشانہ نہ کرو

اب بھی جن لوگوں کے گھر میں آرد و ناری کا قدم آیا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے اقدام  
سیمنت لزوم ہے۔ دیکھو سب نے ان کو مانا اور ان کے احسانات کو نہیں بھلایا۔ وہ اب بھی  
فیض کو پہنچ رہے ہیں۔ اور جو لوگ احسان فراموش ہیں مٹتے جاتے ہیں۔ تجھی کو دیکھ لو  
کہ ایک نافرمانی سے کس قدر وبال میں پڑا ہوا ہوں۔ احسان فراموشی بہت بڑا عرصہ ہے۔  
سب سے بڑی تم احسان فراموش ہو کہ تم کو ان لوگوں نے خاک سے پاک کر دیا۔  
اور پھر تم ہمیشہ ان کی نیچ کنی میں سرگرم رہیں۔

وہ عرصہ ہوا مسٹر ٹیپ نے بھی اسی کاوش میں اپنی جان دی تھی جن کی خبر تم نے لوکل مسٹر ٹیپ کی وفات کی سرحدی سے بھی تھی یہی مولانا تھے جن کو کانٹے دوڑا تھا۔  
 اخرا یک لاکھی میں خاتمہ ہو گیا مولوی صاحب کا نام تم نے شرمندگی سے نہیں لکھا تھا۔  
 ابھی تم انکی گردش سلم سے اچھی طرح واقف نہیں ہو۔ ایک نکتہ میں تمہاری تہی  
 اور تہی کا انقلاب دکھایا گیا ہے۔ تمہاری بساط کیا ہے۔ کیا پڑی اور کیا پڑی کا شور بایا  
 اب تمہارے مرنے کا وقت قریب ہے۔ اللہ اللہ کرو چہ کہ کا تنا تو تمہاری تقدیر  
 میں ہمیشہ سے لکھا تھا۔ مگر نکتہ سجنوں کی بدولت تم اس جرنے سے بچ گئیں۔ ایک  
 سراجہ تمہارے گلے پڑا۔ اب برصاپے میں آکھٹی جوائی دکھائی ہو۔ یہ اجرائی کی تھیلی  
 کہ کو پسند نہیں کی۔

زندوں کو تو ہم ہمیشہ ستاتی ہی ہو۔ اب تم نے مردوں کو ستانا شروع کیا۔  
 مرگھٹ سے مردے بانی دے رہے ہیں کہ اس مردار نے بہکوفیل و رسوا کیا۔ اور ہماری  
 خاک کو بھی برا دیکھا۔ ہاتھ کی روح قبر میں بچپن ہے کہ کم بخت گوشہ مرقد میں بھی چین سے  
 نہیں ہونے دیتی۔ سنت میں یار دل کو بدنام کرتی ہے۔  
 ابھی کیا ہے بہت بدتر تمہاری حالت ہوگی۔ اور دانے دانے کو محتاج ہو جاؤ  
 یہ اہل مسلم کی دشمنی ہے۔ کچھ ہنسی ٹھٹھا نہیں ہے۔

یاد رکھو کہ تم کبھی ان کو ماہران فن میں شامل نہیں کر سکتی ہو۔ صبا اور رند ایک  
 تیز رفتار گھوڑے پر سوار جا رہے ہیں۔ اور وہ ایک کا کوری کے گدھے پر مع اینٹ  
 پزادہ کے لدے ہوئے ہیں۔ تم گلے میں رسی باندھ کر پھینچتی ہو اور تمہارے  
 مچوا خراہ ڈنڈے مارتے ہیں۔ مگر گدھا گدھا ہے اور گھوڑا گھوڑا۔

کھوٹ مرزا اگر اب بھی نہ مانیں گے اور درپردہ تمہاری طرفداری کریں گے۔ تو  
 بڑا پے میں ذیل ہونگے۔ اور خضاب کے ساتھ ساتھ تمام سیاہی منہ پر دوڑ جائے گی۔  
 تمہارے لونڈوں کی ٹائیں ٹائیں فاش کوئی اثر نہیں دکھا سکتی۔ یہ چور ہے کے  
 کہتے ہیں۔ بھونکتے ہیں بھونکتے وہ۔ اس کا اثر علی مذاق والوں پر کوئی صورت نہیں پیدا  
 کر سکتا۔ اور یہ غل غلاڑہ گوز شتر سے زائد وقت نہیں رکھتا۔ مسٹر ظریف کے قلم کی فدا سی  
 شش کارانکے داویلا کے واسطے برسوں کافی ہے۔



آج کل نئے نئے حجام کو تم نے خوب اپنے گھر کا چوہری بنا رکھا ہے۔ یہ کیسوت تراکھوں نے پھینک دی اب شیروانی کی جیب میں چپندہ آسترے اور ناخن گیریاں اور قیچیاں اور ایک ڈیبا مریم کی لئے پھرتے ہیں۔ سنا ہے بد گوشت خوب کاٹا ہے۔ اس شایستہ نائی کی رزنی کا دروازہ کھلنے والا ہے۔ خدا کے فضل و کرم سے عیب کا دن ہے گھر گھر خوشیاں ہیں سیونیاں یک ہی ہیں۔ شاوہانے بچ رسے ہیں۔ یہ آئینہ لے ہوئے حضرت رسا عاصمہ بن آپ بھی اشرا شرمی ضرور چارٹکے ان کے کیسے میں ڈالے نہیں تو ہونٹھ رنگ آئیں گے اور بہت مایوسی اور نا اُمید کی کے ساتھ عرض کریں گے۔ خداوند غلام ای امید پر سال بھر حضرت کی جرتیاں اٹھایا کرتا ہے خدا سلامت رکھے۔ ہمیشہ سے ہماری عید بستر عید کو پرندہ ہوا کرتی ہے۔ ہماری تمواری میں رختہ نہ ڈالے۔

ایک دوارے پر ایک روباہ حضرت نے اعتراض کیا۔ چہ واندہ بوز نہ لذات اور ک کیوں صاحب یہ ہجرت کیا کسی۔ کیا کسی ورزی صاحب نے اپنا گڈری بازار دکھایا تھا۔ اس سے تو چٹھا پڑنا گوڑہ کڑواہیل کی صدالگائی ہوتی۔ تو مز آتا۔ اب یہ کتر پونت کام نہیں دے گی۔ ورزی اور حجاموں کی حمایت کیا۔ مگر بقولے تم کیا کر خراج ہی پاجی پرست ہے۔ تمہاری صحبت میں ہمیشہ ایسے لوگ زیادہ رہتے ہیں۔

دیکھو خالہ اماں۔ اب بھی کہنا مانو۔ اور ان افعال تمہارے باز آؤ۔ ورنہ مشر ٹیپ کی طرح مولانا کے قلم کی ٹھٹھ بازی سے تمہارا بھی خاتمہ ہوگا۔

راقم تمہارا بھانجا البیس

سب سے سب سے سب سے سب سے سب سے

## تاج الملوک کا نواز شنامہ لکھا بیسوا کے نام

کیوں مختبر زمانہ حراۃ و روزگار۔ تو نے پہلے بکاؤلی کے راستے میں تمام عالم کو اپنے دم تزدہ میں قید کیا تھا۔ اور اب فریبی سے ہزار ہا شرفا کو اپنا غلام بنا یا تھا۔ ہمارے چچا بھائی قید کئے اور ہزاروں کا مال و متاع لوٹا۔ چوسر کے بہانے سے بڑے بڑے رئیسوں کا رنگ روغن آٹوایا۔ جس کو آٹھ کا اندھا گانٹھ کا پورا پایا خوب مال کھایا۔ اب پھر کاپاٹ ہو گئی۔ عمری کی طرح خاک چاٹ کر اٹ گئی۔ لندھکتی ہوئی چودہویں صدی میں پھر اپنی اصلی حالت کے ساتھ جرم لیا۔ اور بربادی اپنا نام رکھ لیا۔ بچ کی چوڑی بچا کر کالے سر کا لکٹ چھوڑا۔ پہلے تیرے پاس ملی تھی۔ اب کتیا سے مطلب برای کرتی ہے۔ رنگ بد رنگ سب ماریتی ہے۔ بہت کچھ بارہ ہوتے ہیں۔ مال مردم خوری کا فراس ہے۔ پانسے کی طرح کبھی ادھر کبھی اُدھر لندھکتی پھرتی ہے۔ ہر ایک سے بیڑھی بات بولتی ہے۔ اگرچہ میں نے تیری بہت کچھ گونامی کر دی تھی۔ اور اسید تھی کہ قہقہہ مار لے کھا کر بھی اس کو یاد رکھے گی۔ مافوس تو نے بالکل بھلا دیا۔ کیا بھلا۔ اپنی پوسی دہلی، میرا نیا لیا وہ نہیں ہے۔ دل کھول کے بازی بھینکی ہے۔ اور مار چکی ہے۔ میری لڑائی بھینکی میں نے تجھ سے عقد کرنے سے انکار کیا تھا مگر پھر بھی تو اپنی سیاؤں پر قائم ہو گئی۔ اور جنم کی ساری باتیں بھول گئی۔ اری چوند کیوں دیوانی ہوئی اے۔ کچھ شامت آئی ہے۔ بوڑھا پلے میں اپنا منہ کالا کر اسے گی۔ پانسے کی طرح ماری ماری پھرے گی۔ کوئی نہ پوچھے گا۔ ہر گھر سے ٹکسا جواب ملے گا۔ اب وہ دانہ نہیں رہا۔ اور نہ تجھ میں حسن جوانی ہے زبان کی نفی ہے۔ منہ میں گھنگھنیان بھری ہیں۔ مگر اس پر شیطان کی حرکت کی خواستگار ہے گا کہ دی کا نام سنوائی ہے۔ بہت سے رئیسوں کو بوٹ چکی ہے۔ مگر

نہ ہر جائے مرکب روان تا خستین

کہ جانا بس پر باد اند خستین

خدا کو تیرے افعال بد کی سزا دینا منظور تھی جو تجھ سے مولا نا ظریف سے سابقہ پڑا۔ کبھی حتی کہ پہلے میرے ساتھ ملی تھی اب کتیا ہے۔ کچھ کام چل جائے گا لیکن یہ مسلم

تھا کہ تیری قسمت سے یہ بھی تاج الملوک نکل آئیں گے۔ اور تسم کے ڈنڈے سے کتیا کو ختم کر دیں گے۔

جلان و مال مار جائے گی۔ کوئی شریک نہ ہو گا۔ کرونی خوش آمدنی پیش ہے۔ ہر کمالے راز دالے ہر زوالے راکمالی۔ افسوس ایک دن وہ تھا کہ تو اپنی بساط شطرنج یعنی صفحات اخباری میں ہر ایک شد و مات کرو یا کرتی تھی۔ اور شیطان کی مدد سے بڑے بڑے مدبران ملک کی توہین پر کمر بستہ تھی۔ دو چار روٹے لارٹیلے ساتھ تھے۔ انھیں فوج بچتی تھی اور کوس ملن الملک بجاتی تھی۔ یا ایسی گنی سلو سی ہے کہ نہ منہ سے بولتی ہے نہ سر سے کھیلتی ہے۔ ناغہ بردار یا اعلیٰ البصار۔

یاد رکھ یہ مولانا ظریف ہیں تیسے ساتھ بہت کچھ رعایت کی ہر طرح کے ناز اٹھائے ہر طرح کے خنرے اٹھائے اور ہنسی خوشی سے ٹال دیا۔ کیا تو نہیں جانتی ہے کہ ہر فرعون نے را موسیٰ۔ تو نے حجام اور وصوفی کے بھروسے پر خبا رکھ لالا۔ اور مولانا کے مرتب اعلیٰ کا خیال نہ کیا۔ ان کے ایک تسم کی گردش میں تو کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔ اور تیری بساط انٹ پلٹ ہو گئی۔ اب وہ تیرے گہرے یا رپلیٹن تیری طرف رخ نہیں کرتے۔ گھر گھر ماری ماری پھرتی ہے کوئی پوچھتا نہیں۔ آہ تیرا کیا منکد ان ظرافت ٹوٹ گیا۔ ہم کہہ چکے تھے کہ نائیر کی بات کا اعتبار نہیں ہے۔ ان کے بیکانے میں نہ آنا۔ مگر تو نے نہ مانا۔

مگر عجب کہ کیا معلوم تھا کہ ظریف سے تیری بازی اس طرح مار جائے گی۔ جگ ٹوٹ جائے گا۔ گھر میں آرام سے سو نا صیب نہ ہو گا۔ ہر داؤں دنی تین کانے ہونگے۔ کیا تجھ کو یہ شک ہوتا ہے کہ اگر مولانا شہزی کامٹا دیں گے۔ تو میرا مضمون رستی سے مٹ جائیگا۔ اور پھر لکھا بیوہ کا کوئی پوچھنے والا نہ رہے گا۔ یہ ایک غلط خیال ہے نشر کا قصہ گل بگولی بہت اچھی عبارت سے قدیم آرو زبان میں موجود ہے جس سے تمام عالم فیض یاب ہو رہا ہے۔ اس کے علاوہ خود مولانا ایسے نامصنف نہیں ہیں۔ اس شہنوی کو اصل دیکھو آرو کا سلیس اور مزید جامعہ پنچا کر اس کو اور جگلیوں گے۔ اور بان کی خرابی کا پھنا دھبہ اسکی پیشانی سے مٹا دیں گے۔ جو اس کے نامچہ ضدی مصنف کی کچھ غبی سے آج تک جلانا تھا اور باوجود اصلاح کے بھی اس پر عمل نہ کیا گیا۔ کیا تو جانتی ہے کہ شہنوی کی خرابی میں ٹپھی رہے۔ اس کو کوئی سخن سنج نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھے۔ اور قدروان سخن اپنی میسر

تک اس کو نہ آنے دیں۔

و حقیقت ثنوی میں بڑے کجوری سے آید۔ اور نظم کے دیکھنے والے زبان دان اس کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ یہ دکھا سانپ والا کیسا اہل جملہ بیان کیا گیا ہے۔ لہنگہ بھر مایہ مونی کی بجایا بالکل بدمت اور زاب معلوم ہوتی ہے۔

اشاہوں کے مراتب کا خیال وہ شخص کیا کر سکتا ہے جس نے اس کے کھول کر کہا رکی زبان سیکھی ہو۔ کجارجہ جہرا اور کجالتج الملوک۔ ہاں اگر کسی لائق شاعر نے ایسی جرأت کی ہوتی تو ثنوی کا نفس قصہ بہت نفیس تھا۔ اور وہ قابل داد ہوتا۔ اسی طرح مطالب بہت سے ضبط ہو گئے۔ اور نفس قصہ کو بھی گویا مشاد یا ثنوی کا پڑھنے والا جب قصہ کا مطلب نہیں سمجھتا۔ تو اس کو خاک مزا نہیں آتا۔ اور وہ اٹھا کر کوڑے میں بھینک دیتا ہے۔ امیر زبان بھونڈی محاورات غیر فصیح۔ عبارت خطا۔ ایک مصرعے کو دوسرے سے ربط نہیں۔ رعایت کی بھر مار۔ خواب پہلو۔ استناد سخن فہم تھا۔ اس نے شاگرد کے جب نازیبا دیکھے سمجھ گیا کہ یہ شیطان یوں نہ مانے گا جب تک کوئی اس کی اچھی طرح مرمت نہ کرے۔ اور میری اصلاح کی تہ نہ کرے گا۔ جب تک یہ اچھی طرح بھٹو کر نہ کھائے۔ اسی واسطے استناد کی اصلاح میں ان کے شاگردوں نے بھی استاد کا منظرہ نظر سمجھا کر ثنوی پر اتنے صاف نہیں کیا۔ بعض نے اشارۃً گناہ سمجھا یا۔ مگر مصنف ماشاء اللہ سے ایسے سمجھدار نہ تھے جن کو اشارہ کافی ہوتا۔ اب مولانا کے چابک نے بیدار کر دیا۔ اور ہم کو ثنویوں الملوک نظر آنے لگے۔ ثنوی کی غلطیوں کا خود اقرار ہونے لگا۔ مگر بھر دی مرمت کی ایک ٹانگ۔ دراصل مولانا کا احسان تمام طرفداران کو ماننا چاہیے۔ اور ان کا مشکور ہونا چاہیے۔ کہ عفو نہ آمیز گندی زبان کو اصلاح سے فرینسہ مار کر دیکھنے کے قابل بنا دیا۔ ورنہ آئندہ رد و بدل میں پھینک دی جاتی۔ سو اس کے پساری کی پوٹیاں باندھی جاتیں اور کسی کام کی نہ تھی۔ اور اب بھی اگر کوئی فن کی بیش بہا رائے کی ناقدری کرے گا۔ اور موقوفوں میں تولنے والے اعتراضات کو نہ مانے گا تو فکرمند ہی حال ہونا ہے۔ تم سے ایک طرح کی محکو امید تھی کہ تم زمانے کی بھٹو کر اٹھا چکی ہو۔ کچھ ہو چسپاں بال نہیں حید کے ہیں۔ بڑے بڑے استادوں کی زبیر مشق رہی ہو۔ اور اس آخری جنم میں بھی اگر تم نے اپنا وہی جال بھیل دیا تھا۔ اور اخبار کے صفحوں کو لبا طہ سر بنا رکھا تھا۔ بجائے نثارے کے پریسوں کی کھٹا کھٹ برابر چلی جاتی تھی۔ بلی

کے معارضے میں کتیا پال رکھی تھی۔ اور بجائے کلام نہ کرانے کے پریس کی سیاسی پروگڈرمنٹا اس جال میں ایک نہ ایک اینٹا میں پھنس جاتا تھا۔ اور تم گالیاں سننا کہ اس کا روپیہ میٹنگ لیتی تھیں۔ وہ بھی کچھ سمجھ کر کہی

معتوق کی گالی سے تو عزت نہیں باقی

مشکو طح دے جاتا تھا۔ اور کچھ بیٹھ چڑھا کر اپنی جان چھڑالتا تھا۔ مسکو یہ لیت ایسی پڑ گئی تھی جیسے بی کے منہ کو خون کا چسکا۔ تم سمجھ لیتی تھیں کہ میں میدان مار لیتی ہوں۔ اور بازی جیت جاتی ہوں۔ اسی تجبیہ پر مولانا کہتا تھا بھی بازی کھیلنا چاہی۔ وہ ایک پراسے کھلاڑی تھے۔ تمہاری چال سمجھ گئے۔ کہ تم جب بازی کھیلتے تھے تو کتیا بھونکتی ہے۔ کھلاڑی مار جاتا ہے تو پہلے انھوں نے اپنے لٹھے سے کتیا کا سر تھجھ کر دیا۔ اور شٹر پیس کے ساتھ اسکو بھی کاہل کر دیا۔

اعتراض کی گرجی نے سب کو ٹھنڈا کر دیا اور تھاری چوسر کی ساری گوشت اری گئیں۔ پہلے تو کلمہ ہے، پھر جیسے، بکرے، مرزا ستوا لے کا سر کھل دیا۔ اوس کے ساتھ ہی ساتھ مافی دانی گوٹ مار دی۔ پھر دوزن کی حالت چھٹھڑے چھٹھڑے ہو گئی۔ رنگ بد رنگ۔ الم غم کم۔ پتھر خیر اسب کو رو سیاہی نصیب ہوئی۔ ہب تم جان کی بازی لگائے ہوئے کھیل رہی ہو۔ اور سوائے تین کانٹے کے کچھ نہیں آتا۔ مار جاؤ گی اور یقینی مار جاؤ گی اس جنم میں تمہاری جان کو بھی تاج الملک تھے۔ اور یہ سنہرا اٹھیں کے سر ازل سے لکھا ہوا تھا۔ اب اپنی روائی کا سامان کر دو۔

ہر روز عینیت کہ جلا اوردے

راقم شہزادہ تاج الملک

# مولانا ظریف کے نام تاج الملوک کا شقہ

مسطر ظریف۔ درحقیقت تمہارا وجود سنکر ان اعتراضات کے واسطے مشفق ناصح کا کام  
وے رہا ہے۔ جب خاقانی اور غالب کے پیچ در پیچ مضامین خیز شعرا بعض بعض مابہاری  
رسالے اور ہفتہ وارا اخبار حل کر دیا کرتے ہیں۔ اور اکثر ملکی ہمدانی مفہوم سمجھ کے مزا اٹھاتے  
ہیں۔ تو یہ صریحی اور بیہی اعتراضات کس گنتی اور شمار میں تھے جو ہر شخص پہنچ جاتا۔ لیکن اس  
میں ذرا سی کسر تھی۔ وہ یہ کہ مولانا کا انداز تحریر مہذب اور ثقہ تھا۔ اس کے سمجھنے والے صرف  
وہی لوگ ہو سکتے تھے جو اس پایہ اور اس مرتبہ کے تھے۔ چنانچہ نامی نامی اخباروں نے  
ان عالی مضامین اور قابل قدر اعتراضات کو تسلیم کر کے اس کی غلطیوں کا اعتراف کیا۔ چند  
آن کو تہ نظروں نے جن کے دلوں میں تعصب اور مودہ ملی کا دوش اور دلی بخارات اور بغیلات  
بھری ہوئے تھے۔ ان اعتراضات کو بھی تعصب کا جامہ پہنا دیا۔ اور ان کے ہم نوا  
وہ پرانے گیدڑ جہانگشی آتش تعصب روشن کر رہے تھے چل پٹوں مچانے لگے۔ مگر اس  
دادیلا اور دانا کی کا مطلب سخن فہم سمجھ گئے تھے۔

مہ نشتاند نور سگ عفو عفو کنہ

اوس لئے کوئی الزام مولانا کی کامل تحقیق۔ وسیع نظری پر نہیں آیا۔ اور ان کے معنی خیز اور  
گہرے اعتراضات کی وقعت اور ترقی پذیر ہوتی گئی۔

گر نہ بسند برد ز شبیر چشم

چشمہ آفتاب راجہ گستاہ

فہم اور دانش سے بہرہ رکھنے والے تو قدر افزائی کرنے لگے۔ اور حقیقی اور واقعی اعتراض  
کو دیکھ کر اس کتاب کی اصلاح کرنے لگے۔ لیکن بیجا طرہ دار اور بہت دھرم حمایتی معرغ کی ایک  
ہی ٹانگ تیلانے واسطے اوسانی قدیمی جلی غلو سے باز نہ آئے۔ یہاں تک کہ بعض مضامین پر دانا  
ظہیریتوں نے کھینچ کھانچ اس کو مذہبی تعصب سے تاملیں کر کے قومی غیرت و لائق اور خدشاہنا کر  
نہایتی مہملان کارزار بنایا۔

جس میں اصل اعتراضات چھپ جائیں ورنہ ساری قلعی کھل جائے گی۔ اور اس منشاء کو بدترین پہلو کے ساتھ پینچ میں رٹھا شروع کیا۔ اس سے غرض یہ تھی کہ تمام مہذب دنیا اس سے کنارہ کش ہو جائے۔ اور ہم بچا اور سخت الفاظ سے اپنا کام نکال لے جائیں۔ مگر طریقہ تہابا اور دو دان پھلکا بانوں کے واسطے غنیمت ہو گیا۔ اور ان کو جیسی کچھ تھپتی وہ زاویہ گمنامی میں پڑ گئی۔ بے شک تم نے انھیں کی زبان میں ان کو سمجھایا۔ اب ناکی۔ حورزی۔ قاد وغیرہ وغیرہ اپنی اپنی زبان میں مطلب سمجھ گئے۔ میں تھپ کر تاہوں کہ تم اس میدان میں کامیاب ہو کر رہو گے۔ کیونکہ تم بھی میری طرح مستقل مزاج اور بڑا رہو یہی علامت کامیابی کی ہے۔ اویسی بات خجہ میں تھی جس سے میں اپنے ارادے میں کامیاب ہوا۔ گھر سے نکلے ہی حرامی حللی دونوں سے کام چڑا جب میرے چاروں بھائی گل بکاؤنی کی تلاش میں نکلے ہیں۔ تو میں بھی خدا کا نام لیکر اور اپنی زرتشت کو تنگ آتھان پر کئے کئے لئے چل پھڑا ہوا۔ جس طرح تہابا رے راستہ میں سجاد دی ملی ہے۔ مجھ کو بھی لکھا بیوا سے سامنا کرنا پڑا تھا۔ بلکہ میں تو سمجھتا ہوں کہ شاید یہ وہی لکھا بیوا ہے۔ تمام حرکات و سکنات اس سے ملتے ہیں۔ چاروں بھائی تو میرے غلام بن چکے تھے۔ میں سرور اسید کی خدمت میں فیضیاب ہوا جس طرح تم منشی کی سرپرستی میں ہو۔ پہلے تو لکھا بیوا کا حال دریافت کیا۔ چوہے بلی کا نصف بنا چوس کر حال معلوم کیا۔ اس کے تھکھنہ چال بازیاں سیکھیں۔ نیولا پالا۔ چوسر کھلی۔ وہ بازی ناگہنی۔ بہا تنگ تو میرا تھا راقصہ قریب قریب ہے۔

پھر وہاں سے میں نے نفیری ٹھاٹھ اختیار کیا۔ اور گوہر مقصد کی تلاش میں صحرائے پر خاریں جا نکلا۔ جس کی تارکی میں سرگنن اور رات میں فرق نہیں معلوم ہوتا تھا۔ سفیدی اور سیاہی میں کچھ بھی سمجھنا نہ کیا جاتا تھا۔ اڑ بے بھوکے منہ کھولے ہوئے پڑے تھے۔ خارتاں میں تمام جسم لہر لہان ہو گیا۔ سامنے سے ایک دیوہاڑ سا بیٹھا نظر آئے لگا۔ میں سمجھا یہ پہاڑ ہے۔ جیسے ہی مینے قدم ڈرھایا فوراً اس دراز قد نے سر اٹھایا۔ اور خوشی سے بولا خدا کی شان جس نے مجھ کو لغتہ لذیہ بعد مدت کے دے دیا غرض نگہنراہی تہبیروں اور سیکڑوں عقل لاریوں سے اس کو بھی تاغدار کیا۔ اور اس حشر ہی باعث ہوا باغ گل بکاؤنی تک پہنچے نکا۔

میں دیکھتا ہوں تو تہابا رے سیکڑوں بچتے چٹے ہوئے ہیں۔ لہذا ہر اعلیٰ چلیں تم چلے

کر رہی ہیں۔ اور کالے دیو سفید دیو یہاں تک کہ بعض شیاطین تر نوالہ سمجھ کر بغلیں بجا رہے ہیں۔ اور بچائے خود بہت خوش نظر آتے ہیں۔ مگر تم رستقلال اور مردانگی کے ساتھ نظر بخدا رکھو۔ یہ سب آپ ہی آپ دفع ہو جائیں گے۔ کیونکہ تمہارے دوستوں کو وہ عملی فلیتہ یاد ہیں جن سے سیکڑوں بلائیں پناہ مانگتی ہیں۔ بڑے بڑے جن جلا کر خاک کر دئے اور بہت سی چڑھیں چھوٹ کر دیں۔ تو یہ چند شیاطین کس شمار اور قطار میں ہیں۔ دو چار عمل تو تم نے ایسے کئے جن سے بہت سی بلائیں دفع ہو گئیں۔ جیسے سبیاں شہر دے والا فلیتہ۔ سجادى والے خط کا نقش سجادى خرابی غزل کی دھونی۔ اللہ اللہ ان کے صدمے سے اب تک بعض مردے دہائی دے رہے ہیں اور بعض تو بے کر رہے ہیں۔ جو نائی ہے مولانا ظریف کی۔ اب کبھی سجادى کے بہرہ سے بچ کے صفوں پر قدم نہ رکھیں گے۔ اور بعض جلا کر خاک ہو گئے۔ انکی راگھ بھی برباد ہو گئی۔

سچ تو یہ ہے کہ تم سب مرحلے طے کر لائے۔ اور اب منزل مقصود پر قدم رکھ کر کوس الملک بجالے والے ہو۔ اور بہت جلد تمہارا تنخیر کا عمل کا کر رہا جائے گا۔ سارے سمجھتے سمجھ رہے ہو گے اور اس باغ کی بکافلی کی شادی کا سہرا تختہ سارے سر پہ بٹھا جائے گا۔ اور بہت دیر سے شادی ہوگی۔ اور سجادى لنڈی جہیز میں لے گی۔ غالباً یہ پیشنگوی ہماری عنقریب پوری ہوگی کیونکہ ہر مصیبت کے بعد راحت ہے۔

راتم۔ تلج الملوک



## حضور سال روان کی آخری ایسیج

یورمانس ایڈمنسٹریشن اہل اس کے کہ پروردیہاے ہمیشہ کے لئے رخصت ہوجاؤں اور اپنا  
 باطنیں نعم اسدل اپنا بائزدارث اپنا حجاب ورنہ یعنی ۱۹۷۰ء کو چارج ویکرونیہا کے ایسیج پر چھوٹاؤ  
 بہتر معلوم ہوتا ہے کہ آج آپ سب صاحبوں کو تکلیف دہی پر تشریف لانے اور دوسری عالمی  
 رخصت پر افسوس کرنے کا شکریہ ادا کرنے کے بعد خیر مقدم کسکر دل دوش کن الفاظ سے کام لیاؤں  
 و حقیقت آپ سب شرفا مختلف ریاستوں کے وزرا اور بڑے بڑے زمیندار چھوٹے چھوٹے  
 تعلقہ دار۔ قانون پیشہ۔ تاجروں۔ تہذیب کار۔ ریکشن ایجنٹ۔ غور و فروش۔ دلال۔ چودہری۔ سٹیک ہولڈر  
 ہر ٹل والے۔ ٹھیکہ دار اور دیگر ہندوستان۔ عیسائی۔ یہودی۔ بودھ ۳۶۵ دن کچھ گھنٹہ اور اتنی  
 ہی راتیں میرے تحت و تصرف میں رہے۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ جدید قانون میں نے آپ  
 صاحبوں پر بعض انتہا و اعزاز سلطنت قائم کی ہے۔ اس کا اصل ماخذ قائم مقام جماعت  
 کے وہ اصول ہیں جن کی بنیاد موجودہ پولیٹیکل و اقتصادات عالم پر کامل تدبیر کے بعد ڈالی گئی ہے۔ اس وجہ  
 تمام تعلق ایک گروہ کی پولیٹیکل سب رڈی یا ناراضی پر ہے جس کا اثر مختلف مقامات پر مختلف  
 صورتوں میں واقع ہونے کا اندیشہ ہے۔ میں آپ صاحبان کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے اس امر کا مجھے  
 موقع دیا کہ میں تمام عالم کے ان ناہائز خیالات کی اور ان کے اس غیر وسیع عزم کی کہ وہ پولیٹیکل  
 تاریخ میں تبدل و تحوّل کرنے کے امیدوار ہیں۔ ایک تردید کر کے یہ درست غلط نہیں  
 کو ہمیشہ کے لئے مثلاً وہی بحیثیت حاکم میرے لئے یہ امر باعث مسرت ہے کہ میں آپ کی  
 ایک غیر متوقع آرزو کا رفع شک کر دوں۔ آپ لوگ جہنی نفع ایک فاتح اور حکمران قوم کی خلف  
 اولاد یا تقویم یازینہ ہیں انگلستان کی حیرت اور آزادی اور تلی بھارت و لائسنس والی کارروائی اور  
 اسن و عافیت پر حسد کر کے اپنا دلی بھارت نکالنے کے واسطے اپنی دائمی فیک کی میعاد کو کرنے کی جاکر  
 کی ہے وہ بظاہر ایک دلجوئی کن جملہ ضرور ہے۔ اور میں نے بھی مصلحت و دروغ مصلحت آمیز  
 بہ ازراستی فتنہ انگیز پر عمل کر کے اس وعدہ رطل جملے کا جواب دینا مناسب نہ سمجھا تھا مگر اب کہ  
 میں چند روز کا جہان میں اس امر کو ذہن نشین کرنے کی کوشش میں کامل حصہ لیکر کتاب میں لکھی

ایں خیال است و محال است و جنوں۔

آپ سے پیشتر جو قومیں اس جنوں میں مبتلا ہیں وہ سب ایک دن کا بچی ہوئیں ہیں داخل کجیا نیکی اور خدا جھوٹ نہ بلوائے تو ایک دن آپ کو بھی اس خیال پر ایسا ہی دن نصیب ہو گا۔

انگلستان ہمیشہ مصائب و نیاوی سے پاک اور متبرک رہا ہے۔ مسٹر مارلے وزیر ہند و شیخاں جلدو گریں۔ تجارتی کشمکش سے اور ریل کی کھینچ کھانچ سے غلہ کا نرخ ہندوستان اور انگلستان میں برابر کا ہو جا سکا۔ اور ہر شخص آزادی کا ہتھ گلے میں لٹکائے گا۔ میرے زمانہ حکومت میں اس قدر اندھیر نہیں ہوا۔ ابھی جن بیڈیوں نے ممبری کے سرداری ماہ کو لپکا یا تھا۔ ان کو جلیانہ بھیج دیا۔ ناں دو دوائے و لشکر نہ ہوئے۔ ایک لپیٹی کرزن کی رحلت دوسرے مسٹر طیب جی کی وفات۔ اسی طرح ٹرکش کے ساتھ میرے سلوک ماہ الہامیہ زربے۔ حجاز ریلوے کی توجہ تک تکمیل۔ مصر و عدنان کے سرحدی معاملات کا بحیرہ و خرابی فیصلہ ہونا۔ سرحد ایران کا باہمی سمجھوتہ کر بلا و بغداد کا نصفہ۔ سلطان کا بعد علالت صحتیاب ہونا۔ یہ ہماری کامل تدبیر اور دانشمندی کی ایک کامل دلیل ہے۔ کیونکہ بادولت کو ہمیشہ اس امر کا خیال رہا کہ عالم کون دشا و ہمارے قدم سے مسلخ قصاب نہ بنے۔ روس کی عنان حکومت کو ہمارے ہاتھ میں رہی مگر منہ زد و چھوڑا

ہمیشہ کھایا کرتے ہیں۔ اس سبب سے وہاں بغاوت کا ہم بھوٹ نکلا۔ اور عام بلوے اور قتل و غارت کی شکایت۔ وزیر اداک مستعفی ہونا۔ رعایا کا ہرتال کرنا سیاسی مطلع کا ایک سخت انقلاب ہوا۔ اور یہ سب ہماری مرضی کے خلاف ہوا۔ ایران میں آزادی اور حریت کے جوش کو دیکھ کر آخر میں پاریمنٹ قائم کر دی۔ جس کے اراکین اگر انجام نبی سے کام لیں تو آنے والے خطرے کی بہت کچھ پیش بندی کر سکتے ہیں۔ ایران کو کم لاکھ پونڈ کی ضرورت ہے جس کو روس اور انگلستان پورا کریں گے۔ ان باتوں سے تو انہی لوگوں کی تسلی ہو سکتی ہے جو دول یورپ کی چالیں اور انکی تدبیر حادات سے واقف نہیں ہیں تو قوی اندیشہ ہے کہ روس و انگلستان کا اتفاق ایران کے حق میں اہم انقلاب اور پریشانیوں کا موجب ہو گا۔

مرکش کا لڑائیچہ تقدیر متجان اپین و فرانس کے تحت و تصرف میں آچکا۔ مگر معلوم نہیں کہ اس بے نصیب طاقت کے تقدیر میں کیا لکھا ہے۔ اب بھی گھڑی گھڑی اس کی بد امنی ابتری اور فساد کی عام خبریں رو باصلاح نہیں ہوتیں۔ جرمن اور فرانس خدا سے چاہتے ہیں کہ مرکش لڑے مرے تو ہمیں تسلط کا موقع ملے۔ لہذا ہم نے اپنے و دران حکومت میں جو طرز عمل اختیار کیا ہے۔ وہ

بلا خیال مذہب و ملت تمام موجودہ اور آئندہ آبادی - حقوق جائز و ناجائز کے لئے من حیث المجموع نہایت مفید طور کارآمد ہے۔ پس تو تم تمام حیدر آبادی کے ناطق کو چاہیے کہ کبریٰ منہ کی طرح کان دیکھ کر ہونے اینجاب کے انصاف پر بخند و آتش مثل سابق رکھو تاکہ متباری و فاداری کو ہمارے دل میں جگہ ملے۔

اب ہم آپ لوگوں کو اپنے وہ حالات دکھانا چاہتے ہیں جو ایک بھانمتی کے تماشے سے کم دلچسپی نہ رکھتے ہونگے۔ یعنی ہندوستان جنت نشان کی اندرونی و بیرونی حالت۔ اس میں شک نہیں کہ ہمارا وجود ہندوستان کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں تھا۔ اور ہم مشکور ہیں کہ ہندوستان نے ہم کو مدھی نگاہوں سے دیکھا۔ اور ہمارے احکام کو بسر و چشم منظور کیا۔ پہلا موقع خوشی کا ہندوؤں کے واسطے سرسیدز ناتھ بنرجی راجہ کی تاجپوشی کا جلسہ تھا جس سے ہوشی و تحریر کی دنیا میں ایک تازہ روح پیدا ہو گئی۔ اور بانکٹ کے جھگڑوں نے ترقی و اختیار کی۔ گوالی حالت کیسی ہی رہی ہو۔ لیکن لال شکر کے کھانڈیوں نے سفید شکر کی طرف رخ نہیں کیا۔ اور گزری گھاڑی کے پہننے والے اپنی سادہ پوشاک میں خوش رہے۔ نان پاؤ کے کھانڈیوں نے سرکھی روٹیاں کھانے لگے اور ملٹن چاپ اڑانے والے چٹنی پرتاخ رہے۔ تقسیم بنگال کی سالگرہ بھی ہوئی اور برکھ کی گئی۔ اسلامی ڈیپوشن کی کامیابی پر بنگالی بیچ و تب کھایا کئے۔ اور آریہ مہا متاغل مجا یا کئے۔ اور تعجب کی جگہ یہ ہے کہ کانگریسی احباب ہر جہت سے مسلمانوں کو پٹھان شکر میں شریک ہونے کی دعوت دیتے تھے۔ وہ بھی مسلمانوں کے خلاف ہو گئے۔ ملا عبد القیوم کا انتقال ہو گیا۔ جس کا صدمہ ہندو مسلمانوں کو برابر ہوا۔ حیدر آباد سندھ کے سرکارانہ میں آگ لگ گئی۔ نواب صاحب بہادر پور بذریمہ پیشل ٹرین کی کوادھان سے بلدیہ جہاز بارادھج مکہ معظمہ کو تشریف لے گئے۔ حیدر آبادی جشنِ جہلی کی خوشی میں دن عید بات شب برات تھی۔ ریاست حیدر آباد قیامہ فوج میں ۳ ہزار کی تخفیف کرنا چاہتی ہے۔ مشرقی بنگال میں حکم دیا گیا ہے کہ مسلمان عہدے واکسی سیاسی جلسے میں خواہ وہ تقسیم بنگال کے خلاف ہو شرکت نہ کریں۔ ہندوستان میں امیر صاحب کی تشریف آوری بغیر منہایت نہایت مسرت کا باعث ہے۔ اگرچہ وہاں کی سجادہ اور زیارات کے لئے ۳ لاکھ خرچ منظور کیا گیا۔ سر فلر کا متغی ہو کر تشریف لیجا تا مسلمانان بنگال کے واسطے مزید رنجہ ثابت ہوا۔ لاٹوش صاحب کی رخصت صوبہ رنجہ میں باعث رنجہ ثابت ہوئی۔ مولوی عبدالغفور خاں صاحب

مارالمہام کا انتقال ہو سکتا ہے۔ لیکن چونکہ آپ حضرات کو ہماری حکمرانی انصاف پسندی، نیک نیتی پر اعتماد کی ہے۔ میں مشکور ہوں کہ آپ نے ان تمام واقعات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا اور صبر کیا۔ مجھے یقین ہے کہ اسکو آپ حضرات بھی تسلیم کریں گے۔ کہ میں نے اسوقت آپ کی تمام موجودہ جزئیات میں جرمِ تبدیل و تحریف کیا۔ وہ مبنی تھا میری نیک نیتی پر بدور میں ایسا کرنے پر مجبور تھا۔ تاریخ بتا رہی ہے کہ مجھے پیشتر جتنے حاکم آئے۔ سب بڑے بڑے ظلم اور چھوٹے چھوٹے رحم کئے ہیں جن کی تفصیل بیان کرنے سے میں قاصر ہوں۔ وہ تمام مراتب جن کی حسرت آپ کے دلوں میں ہے۔ آپ کے آئندہ حاکم کے ذہن نشین کروں گا۔ آپ نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ اکثر حالات میں موجودہ غلط کاموں کے رد سے جیسا کہ آجکل بے بہت سی قوموں کو بچا ہے نفع پہونچنے کے ایک سخت نقصان کا اندیشہ ہے۔ حضرات! مجھے آپ سے اس امر میں اتفاق ملتا ہے (نہ مانگے تحسین)

بہر حال اسوقت میں صرف آپ سے چپکے سے اس قدر کہہ سکتا ہوں کہ آپ لوگوں کو یقین کامل رکھنا چاہئے۔ کہ جیسی آسائش تمام ہندو مسلمانوں کو میرے وقت میں حاصل ہوئی ہے۔ وہ تو میرے لئے ملتی مگر پھر بھی زائد گول مال نہ ہوگا۔ آپ کے حقوق و اغراض کی کامل نگہداشت کی جائے گی۔ اور آپ کو اور نیز تمام رعایا کے گورنمنٹ کو اعتماد و کامل رکھنا چاہئے کہ وہ تمام اقوام کے قوام رہایات کی ویسی ہی عزت کرتی رہیں گی جیسا کہ اُسے غریب کے اسوقت تک ملا ہے۔ اور میں آپ کو یہ بھی یقین دلانے کی کوشش کرتا چاہتا ہوں۔ کہ آئندہ آپ ہرنے بھرنے کے بعد تمام ہندو مسلمان الگ الگ ہو جائیں گے (نہ مانگے نفرت) مہربانی فرما کر میرے اس بیان سے آپ لوگ مزید غلط فہمی کی ولدل میں پھنسنے کی کوشش نہ فرمائیے۔ میں وہ اسباب بیان کرنا نہیں چاہتا کہ جن سے ہر دو اقوام میں اتحاد و ملت قائم ہو جائے۔ لیکن مجھے اطمینان ہے کہ وہ اصل جن سے دونوں قوموں میں کچھتی اور میل جمل پیدا ہو وہ ہندوستان جیسے وسیع ملک کے لئے مناسب اور موزوں نہیں ہے اور اس سے سخت نقصان پہونچے گا اندیشہ ہے۔ کیونکہ قسط سالی اور افلاس نے آپ کو کچھ کوں مار کر اور ننگا پھر اگر کسی تہذیب کا مادہ قبول کرنے کا نہیں رکھا۔ اور فاقہ مستی نے آپ سب صاحبوں کو خود غرض اور اپنا پیٹ پالنے والا حیوان بنا دیا ہے۔ قحط سالی نے مجھ کو مارا تو افلاس نے ننگا پھر آیا۔ اب کوئی شک ہو سکتا ہے کہ آپ لوگوں میں آدمیت کا مادہ باقی رہ گیا۔ ہر شخص نفسی نفسی میں پڑا ہے۔ مثل ہے کہ بھیکے شریف سے ڈرنا چاہئے پھر لوگ آپ

کہہ سکتے ہیں کہ فاقہ کشی یہ ہے جبکہ آپ لوگ۔ نان شبینہ تک کو محتاج نہیں اتفاق اور اتحاد کو قائم رکھ سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ طعون اور تہقید نے ایک دم سے سب کو چٹ کرنا شروع کیا۔ کبھی آپ سے وہاں اور وہاں سے یہاں بھاگتے پھرتے۔ اس میں جانیں بھی تلف ہوئیں اور مایہ بساط بھی زوال پذیر ہوتا رہا۔ چھوٹی مچھلیوں کو بڑی مچھلیاں کھا گئیں۔ نقصان کی آتش نے دونوں کو از کار رفتہ کر دیا۔ اب آپ لوگوں پر ایک مچھر ابھر تو پتہ بندوق کے حکومت کر سکتا ہے۔ اور آپ کی تکمیل ایک چھوٹے سے مدبر کے ماتھے میں دیکھا جاسکتی ہے۔

آخر میں نہایت صدق دلی سے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ کی بدولت چند روزہ حکومت کرنی اور جانیک مجھ سے ممکن ہوا میں اس بات کی کوشش کرونگا کہ آئینہ برسرِ منہ سے آپ کے ساتھ زیادہ کاٹ چھانٹ نکریں۔ چاہے مجھ کے مریں۔ ننگے رہیں۔ لیکن جانیں سلامت رہیں ۛ

## لال مجبکڑ کا لکچر

گزشتہ مہینہ میں ایک چومنز الیکٹرک چومنز لال مجبکڑ نے دنیا کی جتنی پتھر پر مقام چارنگر صلح نیت و نابود میں دیا تھا۔ اور جس میں عالمگیر برقی پر ایک سخت حد تک تھا۔ جگہ کی زبان سے ترجمہ کر کے یہ ناٹھانسان کیا جاتا ہے۔ وہو ہذا

صاحب! آپ نے وحشت آباد کی یونیورسٹی میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی ہے۔ مجھے غور ہے کہ یہ ایسی قابل درگاہ ہے جہاں مسٹر کوکھلا ہٹ دھوبی بیچنے والی جیسے آزاد خیال فلاں غرض خاں کو ادب نہ کیا ہے۔ مجھے شروع سے اوجاڑ نگر صلح نیت و نابود کی زیارت کا شوق ہے۔ یہ شوق اس مقصد پر مبنی تھا کہ میں غیر مذہب صاحبوں کی زیارت کا شرف حاصل کرنا چاہتا تھا۔ جب میں افریقہ کے کوہستان میں تھا تو میرا خیال تھا کہ اوجاڑ نگر کا مستقبل خراب ہے۔ چنانچہ آج مشاہدہ میں اپنے خیال کی تائید پاتا ہوں۔ میرا مقصد خاص یہ ہے کہ دنیا کے ممالک میں دلچسپی حاصل کر دوں اور اسکی حالت یہ ہے کہ ۛ

اہل دنیا کا نرا نسل مطلق اند

روز و شب و رزق و دن و درہن بق اند

خاص کر سب دستان جنت نشان کے ہندو مسلمان کی حالت غور طلب ہے۔ طرز تعلیم کا مسئلہ  
عملی طور پر حل کر لے میں میں اسپر سخت کر دنگا۔ کہ آج جو طرز تعلیم جاری ہے وہ ہندوستانیوں کو  
بہتر بنانے کے قابل نہیں ہے۔ کیونکہ میں ایک سرے سے تعلیم کو ہندوستان کے دل و دماغ  
کے خلاف سمجھتا ہوں۔ جوں جوں یہ تعلیم حاصل کرتے جاتے ہیں اور پستی کی طرف نزول ہوتا  
جاتا ہے۔ لاکھ طریقے کو پر حیا یا پرو حیا ہی بنا

ایجاب علیہ الکہد پڑی کے بیان کی شہادت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ عموماً جا  
اور ان پرچہ خدا ترس اور نیکدل معلوم ہوتے ہیں۔ اور ان میں ایثار نفس کا مادہ موجود ہے  
دیکھئے پوچھا اٹھانے والے موزر سب جاہل ہیں۔ بھیک مانگنے والے خدا کے نیک بندے  
سب جاہل ہیں۔ کاشتکار جاہل نو مار پڑھی چار سارہ ہونی سب سب جمالت کے دریا میں  
غور سے لگا رہے ہیں۔ اور ان میں ایثار نفس کا مادہ موجود ہے۔ ایثار نفس اس سے بڑھ کر اور کیا  
ہو سکتا ہے۔ کہ ان کو کسی مشقت میں عار نہیں ہے۔ (غزہ تعریف) اگر خدا نخواستہ یہ تعلیم  
کے جو اہل آراء و پیرائے ہو گئے اور ان کے دل و دماغ میں جو اسے حکومت سما گئی۔  
تو تمام شرفائے شہر کی ہٹی خاک میں مل جائیگی۔ اور ان کو سوائے بھیک یا افین کھا کر  
سورسے کے اور کچھ ذہن پڑے گا۔ میرے نزدیک تعلیم کا دروازہ کھلتا بند کر دیا جائے۔  
اور انگلش ڈیریں میں سب کو آراء و پیرائے کر کے گدھوں کی طرح پوچھا لاوا جائے۔ اور  
مٹیل کھینچنے کی ڈگری دیدی جائے۔ ورنہ صاحب لوگوں کی طرح نفن کھانے کے عادی  
ہو گئے تو یہ تو لالا ان سے چھوٹا محال ہے۔ بہر حال کچھ ہو تعلیم کے میں سرسر خلاف ہوں۔  
پڑھو گے لکھو گے تو ہو گے خراب  
جو کھیلو گے کودو گے ہو گے نواب

اس اثر کو طلب علی گڑھ کل لے نے اچھی طرح محسوس کر لیا۔ اور آئندہ پرنسپل صاحب کی  
عنایت سے امید ہے کہ وہ تعلیمی ورہ کو بچھونک دیں گے۔ اور اس الما غوجی کشمکش سے نجات  
حاصل کر کے ہرنے اڑائیں گے۔ اور پڑھی صاحبان اس خیالی کی تائید کر کے مدد دیں گے۔  
لیکن میں کے معاوضہ میں تسلیم نہیں فائدہ ثابت ہوگی۔ بشرطیکہ آئندہ اسی کے ساتھ حاصل

کر نیک کھلا کھلا مونیف دیا جائے۔ ہر شہر میں ناریل اسکول جاری ہوں۔ پردہ کی تہیہ  
آجٹھادی جائے۔ زنانہ کانگریس اور زنانہ کانفرنس منعقد ہو زنانہ ڈسپنٹیشن ترقی کی خدمت  
میں روانہ کیا جائے۔ زنانہ نمائش گاہ کھولی جائے جس میں منتخب روڈ کارائیڈیاں شریک ہر  
مردوں کی دلچسپی کا پورا پورا سامان مہیا کریں۔ زنانہ پولیس مقرر ہو جو رات کو پہرہ دیا کرے۔  
زنانی بچہ ریاں ہوں۔ زنانہ پارلیمنٹ مقرر ہو۔ زنانہ قوت باقاعدہ ہو جن کے پاس بجائے کچ  
سلاور بندوق کے تیر مزرگان اور تیغ نگاہ کے فتدتی تھیادرموجود ہوں سلاوریہ زنانہ عملد رات  
کو حکومت کیا کرے (چیز)

صاحبو! تعلیم کے فوائد سے توندستان کے تمام لوگ آگاہ ہو گئے۔ کیونکہ اس مقدس مزمین  
پر ایک قوم پہلے کانگری کی کچائی ہے جس کی زبان سنسکرت تھی۔ سب کو معلوم ہے کہ اس زبان میں نیا  
عہد نفیس کتابیں فلسفہ اور لاجب کی موجود تھیں اس کے بعد ایک زمانہ وہ آیا کہ جب ہم لوگ جہاں آکر  
آباد ہوئے۔ جنہوں نے علم کو بہت ترقی دی۔ بغداد۔ قرطبہ۔ مغرناط کے دارالعلوم کی یادداشت  
کے صفحہ سے مٹ سکتے ہیں۔ ہمارے ہی اسلاف تھے جنہوں نے پرانے یونانی علوم کو ایسی ترقی  
دی گو یازدہ سے آفتاب بنا دیا۔ پھر نتیجہ کیا ہوا۔ تائیں نش۔ سچ غیر بھل کی جاہل تو ہیں  
بھی ہماری نسبت بہت اچھی حالت میں ہیں۔ یورپ اگرچہ پنی زمانتا علوم و فنون میں حسن و فضل  
ہے مگر پرانی کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو یہ نعمت اسپین کے دارالعلوم نے دی۔ پھر  
نتیجہ یہ ہوا کہ گرد گرد ہی رہے شاگرد شکر ہو گئے۔ ہندوستان کے ہندو مسلمان کو تعلیم دیا  
نہیں۔ رنزہ برعوض ضعیف میریزویہ لوگ جتنا پڑھتے تائیں گے اتنا ہی گدھے ہونے لگائیں گے  
چنانچہ فی الحال ایک ہیڈ کلرک بنگلور میں فلن کے جرم میں ۴ سال کی قید اور آٹھ ہزار روپے  
جرمانہ کا سزایا ہوا۔ ساری آفت پچارے کو علم کی بدولت بھگتنا پڑی۔ ایک اہم  
مسئلہ اتحاد اور اتفاق کا ہے اسکی نسبت میری رائے خلاف ہے۔ و حقیقت ہندوستان  
میں اتحاد و اتفاق نہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ یہ بات مشہور ہے کہ زیادہ شخاص میں کیڑے پڑ جاتے  
ہیں۔ ہندو مسلمان کا آپس میں کشمکش کرنا بہت اچھا ہے۔ ملک کی آمدنی برقرار رہتی ہے۔ دکان  
کی جب بھری پوری رہتی ہے۔ جلیانہ کا بازار گرم رہتا ہے۔ سر پھٹول ہوئی کا ہزارہ بھائی ہے  
پولیس کی مٹھی گرم ہوتی ہے۔ عجبوئے گواہوں کو رقم شیر حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اپنی عملد  
گرہ کاٹنے موقع ملتا ہے۔ اجاروں کی اشاعت میں ترقی ہوتی ہے۔ تھب اور مٹ جرم

کا درخت بار آور رہا ہے۔ ایک ہی طرف کبھی چلنی باتیں کر کے چند تنفس کو اپنا خیال بنالیتا ہے۔ اور خود میٹر رہنا چاہتا ہے۔ تو دوسرا عقلمند اس حال کو توڑتا اور کھینک دیتا ہے۔ مزارتو اس میں ہے کہ ایک لارڈ کرزن کو کوستا ہے تو دوسرا دواؤں کا مینر رہتا ہے۔ ایک سرفکر کو بے نقط بناتا ہے تو دوسرا ان کی تائید میں ہی مبالغہ سے کام لیتا ہے نتیجہ یہ ہے کہ دونوں اہل جمہور ٹھکھکھاتے ہیں سمجھدار چند یا سہلے اور کھچیا کھاتے ہیں۔ عرض کر رہا ہوں غپ شب سے لوگوں کا بھلا ہر جا ہے۔

چونکہ ہنگال کے متعلق سر شیل ریفارم سے انہیں کچھ ہی رکھنا ہوں اور میں خیال کرتا ہوں کہ میں نے کسی حد تک تمام آلم علم سوسائٹیوں کے قواعد کو عام طور پر اصلاح دی ہے۔ اس وجہ سے اسکے ضروریات کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ آئندہ اتفاق کی امید رکھنا ہیوقوفی اور سفلیں ہی نہیں ہے۔ بلکہ حماقت و حماقت ہے۔

الغرض میں وہی کہنا چاہتا ہوں جو شیخ چلی۔ مرزا ستا اور لالہ بوکھل نے کہا ہے۔ ڈیڑھ ایسٹ کی مسجد علیحدہ بنا نا چاہیے۔ اپنی ہنڈیا اپنی ڈوٹی۔ سو حقیقت یہ ایک بڑا وسیع اور نازک مسئلہ ہے۔ لیکن صاحبان آپ سب جانتے ہیں کہ اب وہ پُرانا دوقیانوسی زمانہ رجعت ہو گیا۔ اور اب زندگی کے تمام مشاغل میں عام بیداری پیدا ہوتی جاتی ہے اور نئے ترقی یافتہ خیالات اپنا قدم آگے بڑھاتے جاتے ہیں۔ اور یہ شرق اور مغرب کی نزدیکی تعاقب کا نتیجہ ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ قوم میں حدود جبکی خوشامد اور سیان بن اور بچوں میں دیگرے نیت کا مادہ سارا ہے۔ صاحبو محکوب یا دہانی کی کوئی ضرورت نہیں کہ اسکے زمانے میں ہر قوم میں ایک چودہری یا میر محلہ یا بزرگ ہوتا تھا۔ جس کا لحاظ اور پاس تمام قوم پر واجب تھا مگر فی زمانہ وہ شخصی حکومت اٹھ گئی اور ہر محلہ میں پارلیمنٹ قائم ہونے لگی۔ اور ایک عام بڑ بزرگ چچ بچ ہے جس کو دیکھو بچائے خود شیخ چلی بنا ہوا ہے۔ اور اس حق للذین کبھی کا شکار ہو گوں کی عیبت پر روتے ہیں کبھی ٹکس کے بارگراں کی شکایت کرتے ہیں غرض وہ علی غیاظ اچھا کھلے جس سے ہمارے ہند میں خلل پڑ گیا ہے۔ ان ہیودہ خیالات کی طرف ہم توجہ نہیں کرنا چاہتے۔ رونا پینا عزتوں کا کام ہے غی

نامردی و مردی قدمے فاصلہ دارد

چلتے چلاتے انجانہ کی توجہ میں ایک بات آتی ہے۔ کب تک قوم اپنی اصلی حالت پر رہے



ہو گئی۔ اس کی اہر ہوئی نہ ہوئی۔ کیا معنی کہ پرانی چکیاں ہوں۔ وہی کچھ مکان ہوں۔ یہی پونی  
چر خہ ہو۔ کانڈ کے بدلے بھرت پتر پر سبھی سوادی خدا ہو۔ وہی کتنی وہی ہونی۔ وہی گزی کا ونا  
ہو۔ ریل بند کر دی جائے۔ ریل بچھنے ہوں ستر با بھکر ہوں۔ کوئی سفر پید کر سکتے ہوں  
کالی کسلی اگر چھا و ہونی ایک مرزنی دین سوت کی جو باپ بنائے بیٹا پہنچے۔ چرڈا با جوتا  
وہی لینگا وہی ساڑی اسٹے کے ہر سٹے تک کھایا جاسکتا۔ یہ فائدہ کیسی تہہ رستہ  
شکر کہہ۔ یہ شیرہ ہو تو کچھ ملک سنبھل سکتا ہے۔ مگر آپ کی سہ سے ہو کا مزا چھوٹا  
مشکل ہے۔

اب تو چپکا چکیا کھیت پی کا بیگونی

راستم لال بھگت

چرتہ چرتہ چرتہ چرتہ چرتہ چرتہ

## ملکی ریفارموں کی خدمت میں اپیل

کہیں حضرات آپ لوگوں نے باوجود جامعہ مرموی کے ذاتی طرفداری کا بیڑہ  
اٹھایا اور پردہ کے غیر ضروری ہونے میں سسے ڈھال ڈھال کر ملک میں زنانہ جوش  
پھیلاتا شروع کیا۔

ہالی صاحب کو کچھ نہ معلوم ہوا تو نکلا بیروگان پر بہت دھواں دھار نکلیں لکھیں  
عورتوں کی بیکسی ہے سبھی دجانی آگنی۔ حقیقت ثابت کی۔

مولوی نذیر احمد صاحب نے ایامی کھکر ملک کو متوجہ کیا۔ کہ بیوہ عورتوں کی شادی کیجا  
اس بارے میں قرآن وحدیث سب ایک کر دیا عقلی اور نقلی دلائل سے پایہ ثبوت کو پہنچایا  
کہ ملک کی اندونی حالت کا مطلع مدت مدید سے مکدر ہوتا ہے۔ اسکی خاص وجہ بیوہ کی آہ  
محری ہے۔

دنیا کا کوئی ٹکڑہ ایسے عجیب اور مشتاک انقلابات کی نظیر نہیں پیش کر سکتا جیسی کہ

ہندوستان کی تاریک حالت ہے۔ اس کی تمام وجہ یہ ہے کہ ہندوستان کے تاریخی اوراق بیکس، بیرونی ناخداؤں سے پیسے جڑے ہیں۔ اور مزید یہ کہ اس سے تاریخی اور پرانی روشنی والے دونوں شریک ہندو مسلمان سب ایک تمام ہندوستان میں رہا تو اس میں شریک باہر قریب تاریخ کی آنکھ تو انکی پروردہ حالت پر اور بھی خون کے آنسو بہا رہی ہے۔

اس خفیف الحزن کے اسباب کی بدولت ہندوستان کے غافل ہندو مسلمانوں نے ایک کروٹ بدلی اور بیداری کے کچھ کچھ آثار نظر آنے لگے۔ لیکن ابھی تک اصلاحی اثر بہت کم قبول کئے گئے۔ صرف اخباروں میں غل غپاڑہ چپا یا گیا۔ اور بیوقوف ہندوستان کی دولت و ثروت، ریشاڑوں نے اس میں بھی اپنا کام کر لیا۔ ہماری یاد میں بدست ہندوستانی کبھی کسی امر میں اتفاق سے کام نہیں لیتے۔ لیکن خلفات اپنی جلی عادت کے شادی پرگانہ میں سب جو عرض تنزل طلب اور مدبر شکیل جھوٹے سچے بڑھے جوں سب ایک زبان ہو کر سہرتن کوشش میں مشغول ہوئے اور انکی آزادی اور حریت کے دعوے کو جلی حرفوں میں لکھ کر ملک میں پھیر کر رہ گئے۔

لیکن اس کے ساتھ مردوں کی خواہش کا پہلو نہایت تاریکی میں ڈال دیا۔ اور ان کی اشتہا کی طرف سے باطل سمجھیں ہند کر لیں۔ اور انکی آزادی کے سامنے ایک آہنی دیوار کھڑی کر دی۔ ہوا سے کہ مشریت کا عام حکم مردوں کے واسطے چار نکاح تک کر نہ کیا ہے۔ اور حکومت دنیاوی لحاظ سے اس کی ضرورت بھی تھی۔ کہ اگر پہلی سیگم صاحب سے کچھ کھٹ پٹ ہو جائے تو پریشان خاطر سے سرور بننے کی حاجت نہ رہے۔ بلکہ دوسرے محل میں آرام سے بسر ہو اور جو دناں بھی رنج کا سامان رہتا ہو تو تیسری راحت دل نخل میں ہو۔ انکے بھی ناز و غمزہ کا خیرامیٹر حد اعتدال سے زائد نہ بن کر جائے۔ تو چوتھی ماموش پہیہ سیکر حد جنت چوتھی کی دھن بنکر بستر راحت کو نخل لکڑی کر رہے۔

مگر دربان ملک نے اس دروازے ہی کو بند کر دیا۔ اور ایک شادی سے زیادہ ناجائز قرار دینے۔

مولانا ذہیر احمد صاحب کو دینی زمیں سے بھی نکال کر رہے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ کبھی محبت کے دو حصے نہیں ہو سکتے۔

ہم مستعد دلی باطل نہیں ہوتے پہلو میں کسی شخص کو دھول نہیں ہوتے

پھر کہتے ہیں اور صلاح دیتے ہیں کہ زینہار جو گز دو وہ بیاں نہ کی جائیں۔ ورنہ مبتلا کی طرح جان آفت میں ہو جائے گی۔

میرزا حسنو اگر نہیں گوش متبولی کر  
دو بسیجیاں نہ بھیہ زینہار بسول کر

اب بتائیے کہ ایک پیری کو جب یقین کان ہو گیا کہ میاں آگے قدم میں اٹھا سکتے۔ تو بھلا وہ کب سیدھی رہنے والی ہے۔ اس کا وضع عیش و عشرت کی پوری نگاہ ہو کر جاتے۔ وہ چلتی ہے کہ میاں کی سراج ترقی کی بعد بھی کھاتہ قرار دینی لگی ہے۔ حرام کی شریعت نے اجازت نہیں دی اور وہ بیبیوں سے ملتا ہے پر سبز لکھ دیا اب جو کچھ ہوں میں ہی ہوں۔ اس سے تمام مردوں کے اکتھڑا میں بٹ لگ جائے گا۔ اور ان سے محبت و اتحاد کا ایک ٹھم بھو بھی لگے دماغ میں گورنہ ہو گا۔ اس کے علاوہ آزادی اور حریت کے خیال نے اس فرقے کے کان میں کچھ ادھی پھونک دیا ہے۔ بہر کیف عورتوں کی چل پل کو اب عام نگاہوں سے محروم نہ دیکھنا چاہیے۔ اور اس زمانہ بغاوت کی آتش کو مردانہ بہادری سے بجھا نا چاہیے۔ کیونکہ ہمارے اقتدار کے واسطے یہ ضرور ش سخت مضر ہے جا پاؤں اور روس کی شکایتیں سن کر عورتوں کا آزادی کے واسطے غل غپاڑہ مچا نا کچھ بجا ہنسی ہے۔ بہر حال گو ملکی دیر اس امر کو دنیا کی ترقی کے واسطے نیک نال سمجھتے ہوں۔ لیکن ہماری ذاتی رائے اس کے خلاف ہے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ ایک طرف ڈگری دینے والے حضرات اگر ہماری اپیل پر غور نہ کریں گے۔ تو مردانے تمام مقدمے ڈس مس ہو جائیں گے۔ اور انگلستان کی طرح بندوبست بھی اس امر میں بکھر کر رہ جائے گا۔

بہر خیر و بہر خیر

# ملکی ہیرہ پیر

ملکی ہیرہ پیر کی سرورگ بدلتے دیکھتے

جس طرح بعض بہرہ پیر بھیہے کہانے کہ واسطے اپنی وضع قطع مری۔ انسانیت سے ملحقہ  
دھوکہ دہنگا ساری یا پانچا۔ وہ پیر محمد کوئی پتھر ٹانگ نہیں تھے۔ کمال ہیں بالیاں۔ پور پور  
چھلے۔ گلے میں طوق۔ دستہ علی۔ طرح طرح کے زیورات پائوں میں مہندی ملکر عام خلقت کو تماشا  
بانکر زمانہ لباس میں بھیجیک۔ مانگ لیتے ہیں۔ یہی طرح بعض عزت فروش منہ و مسلمان ہیں۔ جو غرض  
بیجا خوشنما اور حکوس ترقی اور تفر آئینہ تہذیب کی دھن ہیں اپنی اپنی طرز درویش کو چھوڑ کر  
مرزئی۔ انگڑ کھا کرتے۔ وہوتی۔ پانچا تھکا۔ عبا۔ قبا۔ چوڑے جیکٹیں۔ وڈی ٹی۔ چوڑی  
پکڑتی۔ شملہ ویسی لباس پوشاک کو غیر پاکیزہ خیالیں بننے کی فکر میں ڈاڑھی۔ موچہ۔ لہ  
کا صفایا بولکر افلاس اور مصیبت کو اپنے گلے کا مار بنا لیتے ہیں جو ملک کی تباہی اور بربادی کا ایک  
پیش خمیر ہے۔

اس مہارک زمانے میں جبکہ گورنمنٹ کے عالی شان اور بے نظیر اقبال کی وجہ سے اعلیٰ درجے  
کا امن و اطمینان حاصل ہے۔ ان میں ہے کہ ان برکات سے محکوم فائدہ اٹھانے کی مصلحت  
نہیں بلکہ روز بروز فقر و غارتگی میں گرتے جاتے ہیں اس سے بڑھکر اور ابتر بھی کیا ہو سکتی ہے  
ہندوستان کی قحط سالی جس وضع داری سے اپنا قدم آہستہ آہستہ ترقی کے میدان میں بڑھاتی جاتی ہے  
اور جس سلامت روی کی چال سے دل میں گھر کرتی جاتی ہے۔ وہ قابل تقلید ہے۔ لاکھ پیداوار  
ہو مگر یہ نیک بخت اپنی بگڑے سے تسکینی ہی نہیں بلکہ روز بروز گرافی کا بدبختی اس کو جلا جاتا  
اکثر نیکو گلان خدا آٹھ پہر کی خرد و دی کے بعد چار یا پنج دم سے نکلا نکلا کھاکر بسر کرتے ہیں  
اور فاقے اور سردی کے مارے مر رہا ہوتا ہے۔ ایک طرف افلاس اور مصیبت کا یہ زمانہ دوسری  
طرف ہمارے جدید تعلیم یافتہ بھائی نیم خوشی مند و متانی جذب انگلستان کی تقلید میں انگریزی  
چال ڈال کر خود کو خوش وضع قطع کا چربہ بنا رہے ہیں۔ کوٹ اور کوٹ پتلون کا لباس مٹا مٹا میں پیر  
ٹوٹا۔ ڈاسن کا بوٹا۔ رپ رپ کرتے ہوئے ترقی کی تلاش میں سرگردان ہیں۔ جدید تہذیب کے جامہ

پس لیا ہے۔ پڑا اسباب بھینکا جاتا ہے، موجودہ فیشن کے مطابق کمزور آراستہ کیا جاتا ہے۔ تصاویر مختلف مقامات کے نقشے۔ گلارے۔ فرٹو۔ ہر قسم کی شراب۔ چھری۔ کانٹا۔ میز۔ کہاں تو وال روئی روکھی سوکھی ہانٹ کر کھانے والے کہاں یہ اصراف بچا۔ آئے تو کہاں سے نتیجہ یہ ہوا کہ قومی ہمدردی اور ہی خواہی اٹھتی جاتی ہے۔ ہر شخص اپنے اخراجات کافی طور سے مہیا نہیں کر سکتا۔ سرکاری ملازمت خفقا منیبت اور افلاس دامنگیر۔ ایسی حالت میں اپنے متعلقین کی معیشت کی فکر کیا خاک کرے۔ جبکہ اپنا ہی بھلا نہیں تو طرہ یہ کہ انکی دیکھا دیکھی ان کے اور ہم صحبت چاہے انکریزی جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں اسی پوشاک اور اسی لباس میں کھسکتے آتے ہیں۔

پچاس روپیہ کی تحفہ اس میں گرمی سردی جاڑا برسات کوٹ تیلون ملازم پہل پچاس روپیہ تو اکیلے صاحب بہادر کے فیشن کی نذر ہو جاتا ہے۔ اس منگی کے زمانے میں کھانے کو کہاں سے آئے۔ رنرہ رفتہ اگلی ہڈیوں کی گاڑھی محنت کی پس اندوختہ رقم انگلستان کی اس بجا تقلید میں تشریف لے جاتی ہے۔ اور یہی قومی بہروپیے اپنے ساتھ اور ملکی بھائیوں کا بھی ستیا ناس کرتے جاتے ہیں۔ زبان سے سیدھی سیدھی پکار کر ترقی اور آزادی آزادی کا غل چا کر قوم کی دولت مٹا رہے ہیں۔ آج ایک صاحب جا پاں جاتے ہیں۔ قوم کی بہبودی اور خیر خواہی کے واسطے صنعت و حرفت سیکھ کر آئیں گے۔ اور قوم کو تعلیم کریں گے۔ انکی مدد کرو۔ کل کیا ہے دوسرے صاحب یورپ جاتے ہیں صنعت و حرفت مائنس دیگر تجربات حاصل کرنے ان کی گاڑی کا جوا کندھے پر رکھ کر کھینچو۔ یہ تمام قوم کو فلاکت کے جیلخانے سے نکال کر عرش اعلیٰ پر بٹھادیں گے۔ خیر صاحب یہاں تک غنیمت ہے پھر واپس آنے کے بعد کیا ہوتا ہے۔ ایک طول طویل کچر جس میں تمام ہندوستان کی کوئی نصیحتی باقی نہیں رہتی اور ان غریبوں کو دل کھول کر جابل ہو قوت احق بنایا جاتا ہے۔ اور لکچرار کا عنوان اس وسیع معلومات سے ہوتا ہے۔ ”لے مہبان قوم کج ہم اپنے اس فرض کو ادا کرتے ہیں جس کا ہم نے چلتے وقت تم سے وعدہ کیا تھا۔ اصل بات یہ ہے کہ ابھی تم نے ترقی کے اس زینے پر قدم نہیں رکھا جس کے کورکھٹ پر دول یورپ برج رہے ہیں ہم لوگ خود غرض دعا باد ہو۔ تم کو قومی ہمدردی نہیں آتی۔ تم ملکی خیر خواہی نہیں جانتے۔ مہذب قوم

اور غیر مہذب قوم میں بھی فرق ہے۔ یہ کہ تم لوگ اپنا پیٹ بھر کھانا مانگتے ہو اپنی ذات کو افلاس سے بچانا چاہتے ہو۔ اپنی آئندہ نسلوں کے واسطے کچھ نہیں کرتے ہو۔ تم کو چاہیے کہ ہندوستان سے نکل کر اطراف یورپ میں پھیل جاؤ اور ان کے عادات اطوار اور ضاع اختیار کرو گرج دنیا میں جو قومیں مسہر ہیں ان کا اصلی سبب یہ ہے کہ وہاں کی عورتیں آزاد اور تعلیم یافتہ ہیں تنے اپنی مظلوم پردہ نشین عورتوں کو کمزور اور ذلیل کر دیا ہے انکی عصمت کے ہانے سے انکو قید کر رکھا ہے عصمت جاتے پڑا رہے جان تو سلامت رہ گئی۔ تم پر یہ عورتوں ہی کی مار چڑی ہے جو تم در طرہ افلاس میں غوطے کھا رہے ہو۔ تم ہندوستانیو بہت خراب آدمی ہو۔ میلہ کھیل کپڑا پہننے والے شکوہ صافائی کا مطلق خیال نہیں ہندوستان کے لوگ تمام دنیا میں گندے شہر ہیں۔ تم ہندوستانیوں قلیوں کی قوم نہیں ناپاک میلے ہو۔ تمہارے پاس کھڑے ہونے کو جی نہیں چاہتا۔ تم دنیاوی عربی فارسی رشتے ہو تم کو شرم نہیں آتی کہ اس پرانی بڑھیا کی عاشقی کا دم بھرتے ہو۔ تم اپنی بھلائی چاہتے ہو تو یورپ کی تقلید کرو میم صاحب کو دیکھو اور صاحب کو دیکھو اور پھر اپنا اور اپنی بیوی کا موازنہ کرو۔ اسوقت ہماری فردت راوداد جرم کو صحیح پاؤ گئے۔

۱) چوچھی ہو گئی۔ گئے تھے روزے بخشوانے اٹھی نماز گئے پڑی۔ اب کیا تھا۔ تمام ملک کے خیالات پلٹ گئے۔ صاحب بہادر بننے کی فکر میں اپنا اساس البیت ٹھکانے سے لگا کر کوٹ پتھون بنوا لیا۔ اور گڑ پٹ اڑانے لگے مایور میں لوگوں کو بھی ہماری اس بیجا تقلید سے نفرت ہو گئی۔ اور وہ ہم کو حقارت کی نظر سے دیکھنے لگے۔ اخراجات کی نیا پائی نے جان عذاب میں ڈال دی۔ دغا بازی اور مکر سے روٹی کمانے کے عادی ہو گئے۔ ہندوستانیوں کا سر نہ ہلایا اور بھیجا کھایا۔ غرض کہ ہماری ترقی کی شاہراہ میں آن ملکی بہرہ دیوں نے رکاوٹ پیدا کر دی۔ اسپر بھی یہ ہندوستان کے جانی دشمن اور ملکی بد خواہ چین سے بیٹھے نہیں دیتے اور ملک میں بجمنی کے اسباب پیدا کر کے کو پیسے والے بچ جوں جوں کی طرح ترقی کر رہا ترقی کر رہا آئی رٹ لگا کر ملک کو تباہ اور برباد کر رہے ہیں انہوں سے

ہر کسے ناصح برائے دیگران

ناصر خود یا منتہی کم درجہاں

بس حضرت ہم باز آئے آپ کی جدید ترقی اور آزادی سے آپ پہلے تعصب کی عینک

اور آزادی کا کوٹ اور حماقت کا پتلون اتار بیسے جس کے پہنتے ہی چوڑا طبق زمین اور آسمان کے کھل جاتے ہیں۔ اور آزادی کے سہرا غ دکھائی دیتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ اس نئے پہرے سے پاگل خانے کی سر دیکھنے کے بعد فلاس اور مصیبت کی دیرک لباس ظاہری بھی چاٹ جائے پھر جائے اصلی کے سوا کچھ نہ رہے گا بقول شاعر

تن کا غریبانی سے بہتر نہیں دنیاں لباس  
یہ وہ جامہ ہے کہ جس کا نہیں میدھا اٹا

شجر چٹ چٹ چٹ چٹ چٹ چٹ چٹ

## تعلیم کا چرخہ

نواب محن الملک سکریٹری مدرستہ العلوم علی گڑھ اس وقت تعلیم نسوان کا ذوق و شوق بڑھانے کی غرض سے بمبئی میں مقیم ہیں۔ نواب صاحب اپنی تقریر میں بڑا زور لگا رہے ہیں تاکہ آئندہ مدرستہ المعلومات کا افتتاح کامیابی سے ہو۔

ایڈیٹر اسٹینڈیٹ گزٹ اسکی تائید کرتے ہوئے تعلیم نسوان کے فضائل ارشاد کرتے ہیں۔ بیشک جب تک مستورات طرحی نکمی نہ ہوں کسی ملک کے باشندے تعلیم یافتہ قوم نہیں بن سکتے۔ یہ سب سچ ہے۔ مگر یاد رہے انھوں نے تعلیم دی بہت کافی ہے جیسی آج کل خاندان مشرق میں مروج ہے۔ عورتوں کا شدید پڑھ لینا اپنے اپنے مذہب کی دولت اور امور خانہ واری کے واسطے کافی ہے۔ زیادہ آزادی اور درسوں کی آمد و رفت میں اپنی عمر کا حصہ ضائع کرنے سے امور خانہ واری میں عدم واقفیت کا اندیشہ ہے۔ اور یہی رائے عام مدیرین کی ہے۔ اور علی گڑھ کی دوسری مدرسہ مرحوم کی تھی۔

دوسرے اہل واسی وقت تک تعلیم پانچویں سال تک ہی رہ سکتی ہے کہ جس وقت تک بی گھر بیسی یعنی بڑوں کی اگلا پناہ و ملغ تعلیم کے خلفشار سے کمزور نہیں کرتی ہیں۔ اور اگر یہ مادہ عورتوں کا خراج ہو گیا تو اولاد جاہل ضعیف المذہب کو توں پیدا ہوگی۔ اور آئندہ مردوں کا بھی تعلیمی درجہ بند ہو جائیگا۔ لاکھ پڑھاؤ کے سوائے ٹیس ٹیس کے کچھ نہ آئے گا۔ کیونکہ اکثر دیکھنے میں آیا ہو

اور تاریخ بھی بتا رہی ہے کہ جاہل اور بغیر تعلیم یافتہ عورتوں کے بچے علی دینا میں نام آور ہوئے ہیں کسی پیغمبر کی والدہ چڑھی لکھی نہ تھیں۔

خود سرسید کی والدہ اسی قدر پڑھی ہوئی تھیں جس قدر اس وقت شریف خانانوں میں مروج ہے۔ شمس العلماء مولوی حافظ ڈوٹی نذیر احمد صاحب مرآۃ العروس میں لکھتے ہیں کہ ہمارے یہاں کی عورتیں شد بہ لکنا پڑھنا جانتی ہیں۔ قوم میں جس قدر رفاہ مروج موجود ہیں انہیں سے اکثر اس امر کا اعتراف کریں گے کہ والدہ کی طرف سے ان کو تعلیم نہ ہو نیکانہ فخر حاصل نہیں۔ چنانچہ مشرودا بھائی نورجی کی والدہ باکل جاہل تھیں۔ خوف بڑا کہ جس طرح مردوں نے اپنا علمی مادہ اپنی غلط کاریوں سے دماغ کو ضعیف اور برباد کر کے ایک طرف ڈگری حاصل کر لی ہے۔ اسی طرح عورتیں بھی تعلیمی مارکٹ سے اپنا مادہ علمی نیکہ چھین کر تو آئندہ سرسید اور حسن الملک اور شمس العلماء جیسے لائق ہونہار بچے پیدا ہونا ایک قلم موقوف ہو جائیں گے۔ اور قوم میں کوئی رفاہ نہ رہے گا۔ اب تک جو ذہین بچے پیدا ہو رہے ہیں یہ صرف ماؤں کی دماغی قوت کا اثر ہے۔

اس خطرناک اندیشے کو پیش نظر رکھنا چاہیے اور عورتوں کی تعلیم کی طرف زاید سختی سے توجہ نہ کرنا چاہیے۔ ورنہ آئندہ شمس اور غنی کندھن بچے اور کم شوق پود پیدا ہوگی۔

ادھر عورتیں تحصیل علم کے بعد سرکاری ملازمت کی تلاش میں پروہ کو سلام کر کے نو دو گیارہ سو جاہلی عورتوں کو گھر کا خانساں یا بچوں کی کھلائی بننا پڑے گا۔ عورتوں کے ہوتے ہوئے مردوں کو سرکاری ملازمت ملنا دشوار ہوگی۔

مسلموں کو بتا دے کہ چونکہ یہ وہ عقیدے ہیں جن پر اپنی آزادی میں کامیابی نہ ہوئی اور ہندوؤں کے مذہب شہر دل میں حیدر آباد کی ناگوار تقلید نہیں کی گئی۔ اسلامی دنیا نے فتح کر ڈالیاد اسکی تلافی کے واسطے اور اس کی کے پورا کر کے کی غرض سے تعلیم نسوان کا بہانہ کر کے عورتوں کے دماغ میں مادہ فاسد اور اودام باطنہ بھرنے کی غرض سے نارمل اسکول کی تجویز پر زور دیا جاتا ہے۔

الہندس کو بھی پردے کی محافظت کا مہو سمجھنا چاہیے۔ یہ وہ گلاب عورتیں تعلیم کے جنگل کی ہواکھٹا ہونگی اور پرائمر کے سخت الفاظ زبان پر ٹوٹنے لگیں گے اور کچھ کٹ پٹ میں انورہ آجائے گا۔ پورانی ہوشاک۔ سے دل ماتھوں بیزار ہو جائے گا



زیر سے قطعی انکار ہو جائے گا۔ سایا سایہ کی طرح لپٹ جائے گا۔ میم صاحب بتے کا شوق  
سوار ہو گا۔ پروردہ آپ سے آپ تشریف لے جائے گا۔

ابھی ہزاری قوم کے بچوں پر کھڑا محاذ کے فنونے دوار ہے ہو۔ آئندہ عمر توں کی بھی یہی گت  
ہوئے۔ عج۔ مرا بچہ تو امید نیت بد مرساں۔

نہ برا بھلا کی دل کی آرزو تسلیم نہواں سے  
یہی کیا دل میں ہے اب آرزو تسلیم نہواں سے  
کرو گئے اسکی بھی ابشت و شوق تسلیم نہواں سے  
بڑی ہو جائیگی اسکو خوش تسلیم نہواں سے  
چھلک جائے گا آخر یہ تسلیم نہواں سے  
حقارت ہوگی ورنہ چارو تسلیم نہواں سے  
بڑھ جائے گی بالکل گفتگو تسلیم نہواں سے  
نہ ہو جائے کہیں اب تم سے تو تسلیم نہواں سے  
نمازیں ہو نہ جائیں بے وطن تسلیم نہواں سے  
بڑھ جائیگی لے سر سے ہو تو تسلیم نہواں سے  
بہ سوگی ایک سنت و رگ تو تسلیم نہواں سے  
کہ آجائے گا بس نوادر تو تسلیم نہواں سے  
یہ خوش و ہونہ جائیں خوش تسلیم نہواں سے  
بے گانہ یوں آخر ہو تسلیم نہواں سے  
نہوگا چاک و امن کا رتو تسلیم نہواں سے

بگڑ جائیگی ساری آرزو تسلیم نہواں سے  
بنے ہیں مرد صاحب عورتیں بھی تم بھائی  
حمیت اور غیرت نام کو جو ہم میں باقی ہے  
پھر سگی بچھیں ہیں دشمن تہذیب بے پردہ  
ابھی کچھ عورتوں میں منہم اور ایمان باقی ہے  
پڑھاؤ عورتوں کو گھر میں اسکو دل میں مت بھجو  
ابھی تو کچھ ادب کرتی ہیں اپنا عورتیں گھر میں  
کبھی تو آپ تھے اب تم بنے ہیں آپ سے گلشن  
کبھی یہ زار مل اسکو رنگ اپنا نہ دکھلائے  
اگر اولاد کی الفت ہے تو گھر میں پڑھا لیتا  
پڑھیں گی یہ تو ہندیا تم پکا نا بھٹ کر گھر میں  
مہذب بیبیاں ہو جائیں گی پڑھ کر پھر کو  
ادائیں باکپیں کی ناراض سسکتا نہ سمجھو انکو  
دن دشمن میں کسی دن سر بھٹکوں علم کی ہر گئی  
علیق اسے بچہ گرسکا رہے ہم در صدر لگا

پڑھا نا چھوڑ دو حسرت بھٹی کر گھر میں کھاؤ تم  
بگڑ نہ ٹوٹ جائے گا رتو تسلیم نہواں سے

شیر شیر شیر شیر شیر

# ظرافت الدولہ بہادر کے نوٹ

پسند کو گاہر جو دکھائی ہے  
کہنے لگی پھر دل میں غنیمت ہے یہی  
اور اوڑھنے کو دی جو رزائی ہے  
سنہ مانگی مسر ادا اپنی پائی ہے

یہ روز سر شام کہاں جاتی ہے  
نصی ہے سمجھتی نہیں نادان ہے ایسی  
یاروں کو فقط کوٹھے پہ بلواتی ہے  
گڑا چھوڑ کے مٹکی میں ابھی کھاتی ہے

کچھ طنز سے میں نے جو کہا یہ ہنس کر  
سمجھی کہ اشارے سے بلاتے ہیں مجھے  
جاتی ہے کہاں رات کو خیلارانی  
سنہ میں وہیں قہر کے بھر آیا پانی

شیطان سے لکھو کہ ہمیں خط بھیجا  
اب الیوں سے مطالبے لئے ملتی ہے  
یہ کون طریقہ تھا بتا ادید براہ  
لاحول ولا قوۃ الا بالست

سچ سچ سچ سچ سچ سچ سچ سچ

## نالہ میم

یہ معلوم تھا مٹ جائے گی شہرت میری  
حاجی غلبوں نے کیوں ساتھ دیا میرا  
ناچ کر بھاڑ بتانے لگی کیوں میرے لئے  
شوق سے مشنوی پا مال کریں اب اجا  
ہنے حجام نے سر مونڈ لیا خود میرا  
رند کے سامنے دعوائے سخن میں کرتا  
غاد بھی اب نہیں آتے ہیں مدد کو میری  
بن کے اس طرح بگڑ جائے گی قیمت میری  
از کھلاو ائے گایہ شخص حقیقت میری  
ہوئی مدوار کے ناخوش ہے جری گت میری  
عجبکہ منظور ہے اس میں بھی ہے شہرت میری  
مٹ گئی آہ صد انوس مشقت میری  
اتنی بہت نہ مری کتنی نہ تھی حیرت میری  
دار و دیوار ہے انھیں گر و گدورت میری

رک کر لپاڑ گئے چھاؤ گئے اسے جتنا تم

مٹ گئی آہ بہا رنج گلزار ادیب  
ہوئے گل سی ہوئی برباد ہے بگھتی

چپ چپ چپ چپ چپ چپ

## ملولہ

دو باجر ہے نگوڑا اس سب سے نفرت ہے  
خدا کی شان ہے تو آج یہ میری حقیقت ہے  
حاصل کہتے تھے وہ معلوم محکوم یہ حقیقت ہے  
نگوڑا چودھری ہے آج اس مادی کی عزت ہے  
وہ بیٹا داغ کا ہے غلام کی آج شہرت ہے  
اڑیں وہ کلو ہے چکی بدولت میری یہ گنت ہے  
ارے میں جان کر تھی ہوں یہ میری نزاکت ہے  
ابھی بچے ہوں میں اس واسطے لوہڑوں کا الفت ہے

کسی کے نام سے جلتی ہوں میں محکوم عداوت کے  
کبھی مر دیا کرتا ہے کبھی مجسول کہتا ہے  
نہیں ہیں جان صاحب کس سے میں تحقیق کرواؤ  
حکیموں کو کہا حجام یہ کیا دھینکا گشتی ہے  
بنایا بڑھے بکیرے مرزا ستا کو یہ کیا معنی  
مٹے ہیں مشنوی جس کے عزم محکومتا ہے میں  
غضب کرتے ہوں بچ کب گرا تھا بچہ کتنا  
بڑا پاکب مجھے آیا ہے کیوں تہمت لگاتے ہو

میں رستم جنگ سے ہرگز نہ بچوں گی نہ بچوں گی  
اے میں جانتی ہوں یہ اچھی کی بشارت ہے

چپ چپ چپ چپ چپ چپ

## تم کس لئے ہو؟

اور فنی سونڈ ہوتی ہے دکھانے کے لئے  
کچھ دکھانے کے لئے ہیں کچھ بنانے کے لئے  
اس جن میں اب خزان کہتی ہے کن کے لئے  
ہم بھی اپنا آشیان اب ہیں بنانے کے لئے  
اک بہانہ ہو گیا آنسو بہانے کے لئے

دانت ہاتھی کو خدا دیتا ہے کھانے کے لئے  
مشنوی میں بھی اسی صنعت سے صدایعین ہیں  
اؤ گئی ساری ہوائے باغ گلزارِ عمل  
ہم صفیو تم حسد و خاشاک لاؤ ڈھونڈ حکم  
رور ہے میں مشنوی کو اب طرہ قدرِ قدیم



راکد بر باد پری کی بیچ بھاسکے

اور کھسکا آپ ہی گھر اپنے چلی جاتی ہے  
منہ بھی ٹھیکھا زبان تھوڑی سی لنگڑاتی ہے  
رونا آتا ہے یہ جب راگ نیلا لاتی ہے!  
غل مچاتی ہوئی سر پیٹ کے چلاتی ہے!  
ایسے غیروں میں سدا عمر کٹی جاتی ہے  
ختر سے ہر ایک سے کٹی ہے یہ اترا جاتی ہے

شعر خوانی زبان بر باد پری کے

بھگتی ہوں یہ بر باد پری نام ہے میرا  
روی جسے کہتے ہیں وہ گودام ہے میرا  
گو بر میں جو پیہ مودہ انعام ہے میرا  
پر نور و زشا رسیہ فام ہے میرا  
مادہ ہل میں زور و الزام ہے میرا  
کہتے ہیں جسے کھروہ اسلام ہے میرا  
ہر بمپلس شہر نیابام ہے میرا  
میں نیک تھی اب شہر میں بدنام ہے میرا

چھند زبان بر باد پری کے سچا ہیں

شہر میں ایسا کوئی نہیں ہے دوسرے  
دولت مال جزا تے کے سدا رہو محتاج  
پانس اپنا پلٹ گیا زلیوڑی کا سہ پھیر

شعری زبان بر باد پری

ساقی کی نہیں بالکل سے خبر  
ہر جا کے دیا کی اب تو خبر  
ذلت کے تخت پر بھیجہ ڈار  
اک ماتھ لگا ڈیا بر دگر

ہرم مہراج میں بر باد پری آتی ہے  
نقوے فالج سے محبت ہے ہمیشہ سے اسے  
منہ پہ پھٹکا ریت سی ہے پھٹا پھٹا اس کے  
جب کوئی اس کو ستا لے تو رو دیتی ہے  
نائی اور دھوبی سے ریتی ہے محبت اس کو  
سٹیاں شہدے سے جو تلمیم ہے پائی اس نے

میں یہ راکتی ہوں یہ کام ہے میرا  
میں ساتھ سیاں پہنچ کی رکھی ہوں دو دو تکی  
کوٹری پسدا جان دیا کرتی ہوں اپنی  
کہتے ہیں جسے لوگ جہاں میں شب تار یک  
خز سدا جھے دیکھ کے ہوتی ہے خدائی  
کرتی ہوں دل دجاں سے میں دینو کی پریش  
قیمت نے مجھے زتبہ اعلیٰ سے سحرایا  
کچھ اہل ظہر انت سے میرا نہیں چلتا

نائی ٹھنے دیں میں رہے سدا بر باد  
کا کوڑی سے بلایا مجھ کو جھامیں اپنی آج  
ہیرا پتا چاہیے سدا تھ کوٹھیر

اب چو کہل ہے آٹھ پیر  
رہا کھ میں جوڑوں آٹھ پیر  
جوتوں کا گنگے میں ہار دے  
ابے رستم جنگ اپنی تپے نوا

بنت زبانی بر باد پری کے

|                          |                         |
|--------------------------|-------------------------|
| مُرت آئی بنت عجب بہار    | سجائے غریبوں پر پتھار   |
| روئیں پیشیں بھاری بھر کم | جیوں نانی و صوفی جسم جم |
| لوٹے جا کر گھر میں چپکین | چھلن نانی اور سہار      |

مُرت آئی بنت عجب بہار

غزل زبانی بر باد پری کے

|                                         |                                              |
|-----------------------------------------|----------------------------------------------|
| دوستوں سے ہر فانی کا گلہ کچھ بھی نہیں   | ہم خطا پر سچے پران کی تھی خطا کچھ نہیں       |
| لوٹے سارے دم و بار چھپ گئے گونے میں اب  | اس زمانے میں یہ سچ ہے آشاکچھ بھی نہیں        |
| سورۃ الزام سمکوں کو لگ کر تے میں عرث    | بے دمانی ممتی ہے ہم نے ہما کچھ بھی نہیں      |
| بے لگتی سی بات پکیوں اقتدار اتراتے ہیں  | بد نصیبوں کو مگر آتی حسیا کچھ بھی نہیں       |
| ایک تو ہیں سیکڑوں اعضا اٹھ پریر غرور    | زند تو کچھ بھی نہیں تھے اور صبا کچھ بھی نہیں |
| لات ماری اور گھونٹوں سے بھی مارا لے لڑی | اتھ کی تقصیر پاؤں کی حفا کچھ بھی نہیں        |
| خینے ان لوٹوں کے ماتحتوں چھلن میں نایا  | اب ہجوم تا اسیدی کے سوا کچھ بھی نہیں         |

ہولی زبانی بر باد پری کے

ساری عزت بُوری - شام مور سے کھیلو نہ بُوری  
کاکوری سے میں بھاگ کے آئی ماے باپ کی چوری

شام مور سے کھیلو نہ بُوری

انہی سیاہی منہ پہ لگی ہے - سارے جگ میں اپنی ہنسی ہے  
ماتا چپ لرن اپنی ملی ہے ذات کا بادا کوری

شام مور سے کھیلو نہ بُوری

تم سے بگاڑی ہم نے مہین چھوٹ گیا اب اپنا بچھون  
باندھ لیا ہے سمکوں تانے نہ بھیلی کروں ڈوری

شام مور سے کھیلو نہ بُوری

غزل زبانی بر باد پری کے  
جھپ جاتی ہوں بہت اب تم نہ شراؤ نہ جھپ  
عجب جیسے دشمنی میں ہیں نہ دکھلاؤ نہ جھپ

مکمل عمر باندھا کسی نے ہو تو کھلاؤ مجھے  
اپنی تاویل میں بن کر اب نہ شر ماؤ مجھے  
ظالمو بسبب خدا اتنا نہ گرواؤ مجھے  
ناچتی ہوں اور آتے ہیں فقط بھاؤ مجھے

میں مسئلہ کہتی ہوں میری نہیں کہتی ہیں نکل  
ناچنی گانی بہت اچھی تھی مینے کب کہا  
میں دوسری میں ٹھٹھ کر رہ گئی ہوں آج کل  
بے زباں ہوں گاؤں میں کچل سے کوئی نکل

### غزل دوسری زبانی پر بارہوی کے

اب کب تک اعتراض کے حد سے سہا کروں  
دن رات انکے نام کا مالا جپا کروں  
قابو میں اپنے دل کو نہ پاؤں تو کیا کروں  
اندھے سے کروں تو یہی انتخاب کروں  
لوٹوڑے بٹھا کے سائے سے کھوڑھا کروں  
جنت میں جا کے رند سے اسکا کھلا کروں  
کب تک کسی کے ہاتھ سے چٹھی جلا کروں  
اکس کو مستادوں کا بیاں کسپر جفا کروں

سر پھوڑ کر میں جان نہ دیدوں تو کیا کروں  
جی چاہتا ہے اپنے پیار میں ہوں نشان  
ہر چہرہ چاہتی ہوں نہ بولوں ظریف سے  
اب لوٹوں کے سوانہ میں کوئین کی پرس  
اب مثنوی کو دیکھ کے دل سے یہ چاہتا  
مروء کو بھی بلا کے میں کھواؤں کسے خط  
آتش کو بھی بلا کے کہوں ہاتھ جوڑ کر  
مروءاؤں گی تو آپ کہیں گے ضرور یہ

یہ عرض ہاتھ جوڑ کے کرتی ہوں آپ سے  
پھر خوب ٹھوکتا اگر اب کی خطا کروں

سہ سہ سہ سہ سہ سہ سہ سہ

## اعترافِ حقیقت

تو ظاہر ہماری حماقت نہ ہوتی  
جو یہ جانتے اتنی محنت نہ ہوتی  
یہ اینٹ الہزادہ کی ڈرگت نہ ہوتی  
جو وہ کچھ بھی کہتے تو ذلت نہ ہوتی  
شکایت نہ ہوتی شکایت نہ ہوتی  
وہ کیوں نظم کرتے جو جادو نہ ہوتی

اگر اس پر ہی سے محبت نہ ہوتی  
سمجھتے نہ تھے ہم بگڑے بایش گے وہ  
گدھی اس کو اور جھکوا کہتے ہیں گدییا  
لکھے بن کے شیطان خود ہم نے انکو  
وہ دھولیں لگاتے تو عزت تھی بھی  
غضب ہو گیا ناچنی گانی کہنا

اگر شاعروں کی عنایت نہ ہوتی  
بجلا اس میں ملک ہر ریاست نہ ہوتی  
تو اس وقت ہم کو نماست نہ ہوتی

یہ ہیں عیب رہ جاتے اس مثنوی میں  
دکھا سناں کیا نظم کرنا غلام میں  
جو اصلاح آتش کی سب مان سیتے

## پچھٹی غزل

مولانا ظریف . واللہ ذرا غور سے اس غزل کو ملاحظہ فرمائیے ۔ مابودت نے ایسی پامال  
طرح میں حریف کی پامالی کا وہ نوٹ لکھینچا ہے کہ سننے ہی جلد کو لہ نہ ہو جائے تو ہمارا  
جب جہالت نے بہت گردن دبائی آپ کی  
رطب و یابس مثنوی کی خوب وقت کھل گئی  
پڑ گئے سر پر تو بولے ہنس کے یہ کس پر پڑے  
بہر کو ہر اکے آغز کیوں نہ نہ کہنے لگے  
اب محل گر جائے یا رہ جائے اس کا غم نہیں  
سنئے حجام اپنی کسوت بھول آیا ہے کہیں  
اب کوئی مردہ بھی چلتا نہیں آہاں سے  
بے نقط ایسی سناتا ہوں کہ کٹ جاتی کرہ

ہو گئی پھر آپ کے لایق دوائی آپ کی  
جاہلوں کے کچھ نہ کام آئی بھلائی آپ کی  
دیکھ لی ہم نے یہ دیدے کی صفائی آپ کی  
اس لئے گردن نظریوں نے دبائی آپ کی  
مشکل آتی ہے نظر لیکن ربائی آپ کی  
آبرو کیونکر بچائے گھایہ نائی آپ کی  
مر گئے تھک کیا نہیں ہوتی رسائی آپ کی  
جھپکے رہ جاتی ہے گھر میں لگائی آپ کی

مثنوی کیا مٹ گئی سرور سے سنانے لگے  
چھن گئی جاڑے میں یہ گو یا رضائی آپ کی

پچھٹی غزل پچھٹی غزل پچھٹی غزل



# تج سبھا

نمبر ۲

درخواست کتیا پری کی زبانی راجہائی کے  
 خواب لایا بھٹا کے | دروہو جیہ دم کو دبا کے  
 زخم دیا اک دل پر کاری | اب ہے کتیا پری کی باری

## آمد کتیا پری کی سبھا میں

سبھا میں آمد کتیا پری ہے | دل و جاں سے جوشید پر مری ہے  
 ستاتے ہیں اسے ناحق کو گنتے | یہ دیوانی جوانی میں بھری ہے  
 عجب لے دار اس کا بھوکنا ہے | گلے میں اس کے گویا انگری ہے  
 نہ دیکھا ہو گا لہج ایسا کسی نے | غضب کی ناچنی گانی پر کا ہے  
 زانہ اس کی شوخی پر فنا ہے | شرارت کوٹ کر اس میں بھری ہے

## شعر حبال کتیا پری کو

مرتی ہوں میں تو اپنی نقطہ آن بان پر | جون رینکتی نہیں ہے کبھی میرے کان پر  
 گاتی نہیں ہوں بھونکتی ہوں اپنے حبال | کتیا پری ہے نام مرا ہر زبان پر  
 اللہ کے کرم سے زمانے میں ہے عروج | شکر آدھیں ملا میں کبھی جس و کان پر  
 کھانے کو چھیچھڑے مجھے ملتے ہیں رشتوں | رہتا ہے اب دماغ مرا آسمان پر  
 کھا تا کسی کا ہو مری نیت خسرا ہے | گرتی ہوں کھیلوں کی طرح جا کے خوان پر  
 تابع ہوں اس کے میں جو زبردست ملگیا | بڑھے پہ کچھ ہوں بند نہیں ہوں جوان پر  
 تدبیریں سوچتی ہوں میں کھالے کیو مٹے | روٹی اگر رکھی ہو کسی کے سچان پر

## چھند کتیا پری کا سبھا میں

میں چیری شیطان کی تم دکھیا ناؤ | کانا چھ معشوق کا سنو چا پاتاؤ  
 سنو غور سے آج پتا ہمارا گانا | ماں بھاری اندھی اور باپ تھارا گانا

ہوا بے میرا تب سے اس مغل میں آنا | جب سے سارا دس ہمارے کھا ترختے چھانا

چھند و وسرا زبانی کتیا پری کے

آئی میں میں دور سے چھپر کی کر کے یاد | مجھ کو بھی رُلوئے کے کروا پنا دل شاو  
 ہاں شکر طے دو مجھے دل کھول کے گاؤں | گا نا ایسا گاؤں بتکو بھی پنچواؤں  
 ہم کو بھی پنچا کر داد اپنی پاؤں | داد اپنی پا کر گھر اپنے جائیں

ٹھہری زبانی کتیا پری کے

نادی کر دوسرے بتیاں | دم بھرت ہے دن رتیاں  
 جی کانت تھری صورت سے | دھڑکت ہیں موری پتیاں  
 دم چاہتیں ہو بھرتن لاکڑوں | ماروں و دونوں لیتیاں

نادی کر دوسرے بتیاں

ہولی کتیا پری کی سجائیں

نادی کو سمجھا دے کوئی - انگلیا رنگ میں بھوئی  
 بحث کی ناک اس نے سبے - عزت مفت میں کھوئی

نادی کو سمجھا دے کوئی

غزل زبانی کتیا پری کے

جہا لیتے نے میٹھی عزت ہماری اندوں | ہوتا ہے گریہ بے اختیار ی ان دنوں  
 بلے یہ میرا چمن اور اس طرح برباد ہو | سٹ ہی ہے آہ یہ یاد ہماری اندوں  
 نظم سے بہکود مطلق تھا علامہ کیا کہیں | ہو نہیں سکتی ہے اب مطلب برآری اندوں  
 اعتراضوں سے ہوا ہے ناک میں دم ہتھکڑ | شکل پہچانی نہیں جاتی ہماری ان دنوں  
 ہم تو مجھے تھے کہ چپ ہر جائیگ اس کو سب | کفش کاری ہو رہی ہے پھر کراہی اندوں  
 منہ دکھالے کہنے نہیں قابل ہے دنیا میں ہم | منہ پر تھاتی ہے ہمارا ہر سب کی اندوں  
 گردن اعزاز کا اٹھسا رہم کرنے لگیں | اکس ہو جائے گا پھر ہم پہ جاری اندوں

غزل دوسری زبانی کتیا پری کے

دل نہ گلہ ستہ اُردو سے ہوا شو بھی | ہم نہ مانے گئے اس کبش میں مستناو بھی

بدر مرنے کے ہوئی کم نہ یہ سید اور کبھی  
کام آتا نہ ہمارے کوئی فضا کبھی  
ہم بھی اس باغ میں تختہ سے آزاد کبھی  
بھول کر بھی نہیں کرتے میں صبا کبھی  
اسہ تقدیر سے کی ہم نے حجاب کبھی  
بلکے راہ میں بھولے سے جہیز کبھی

زندہ جب تک نہ ہو اک جان پہ لکھو  
نہ تہ حجام کا احسان نہیں ہے ہم پر  
اب تو اردو میں بھی منہ کھول نہیں سکتی ہیں  
اب تو خط بھی نہیں آتا ہر میاں آتش کا  
نام رکھنے لگے سب اہل زبان سنیں کر  
میری تقدیر کا فر تو دہی کھینچیں گے

کسرت ران کی مرمت ہوئی اللہ اللہ  
ساتھ دیتے ہیں اب پتہ میں بھی غاد کبھی

## غزل حسب حال

انی ہیں یا اعتراض بر بھی کہ سب کے دل میں کھٹک رہے ہیں  
خزانِ خسہ گاہِ رد رہے ہیں رنگانِ احمق بھڑک رہے ہیں  
بگڑے کے حجام منہ پھلائے ہے ہونٹ اس کے ٹک رہے ہیں  
خفا میں مستایہ صند نی ہے تھکر رہے ہیں شکستہ ہیں  
نزاں یہ آئی ہے مشنوی پر بہار رہے اب نہ ہے وہ گلشن  
بجائے بلب غریب آؤ آجک رہے ہیں ٹھک رہے ہیں  
نہ عقل ان کو کہ بات سمجھیں نہ ذہن ایسا کہ نہ کو پہنچیں  
اُٹھے نہ جب اعتراض ان سے تو نہ ہر اک کا یہ تک رہے ہیں  
کبھی یہ کہتے ہیں نہ ہی جنگ ہو رہی ہے چپا سے ہم سے  
کبھی تنصیب میں اپنے اگر جو منہ میں آتا ہے یک رہے ہیں  
جرات معقول عقلی سناؤ تو اس میں حیلے حوائے لکھوں  
جاں نلوں سے بھڑے ہوئے ہیں حماقتوں سے ہنک رہے ہیں  
مثال دیں گے تراشی دیکھئے کبھی سے عالی سہن عالی  
نہ ذہم سے مں نہ عقل سے جس جہانوں سے شکستہ ہیں

غضب یہ ہے طاہرہ کو دیکھو کہ بے تکا راگ گارہی ہے  
 تو مٹنے ناچی مشک رہا ہے تمام نوڈے تھرک رہے ہیں  
 زبان قابو میں اب نہیں ہے تو یہ اشا رول ہیں رو رہی ہے  
 سمجھ میں آتا نہیں کسی کے تو لوگ حسرت سے تکتے ہیں  
 یہ منقلب غاد کیوں پڑے ہیں سبب نہیں اس کا نہ کو کھلتا  
 کسی نے پینے کو دی نہ انہیں تو مر رہے ہیں سسکا رہے ہیں  
 نہ کام شیطان تیرے آیا نہ سٹیاں شہرے نے منہ لگایا  
 کئے تھے جو اعتراض ہم نے وہ برق منکر چپک رہے ہیں  
 اٹھنا نہیں اعتراض کوئی تو غصہ بھی آ رہا ہے اُن کو  
 یہ طرف چھوٹے جو بھر گئے ہیں تو سب طرف سے چھلک رہے ہیں  
 یہ صد لگی ہے یہ مہلے پڑی ہے غلط بھی دیکھو تو کچھ نہ بولو  
 غریب بچتے یہ نا سمجھ ہیں شرم ناداں ہلک رہے ہیں  
 کمال تحقیق میں ہمارے کبھی نہ آئے گا فرق اس سے  
 عروج دیکھا ہے احمقوں نے تو بن کے کو لا دھکا رہے ہیں

### فقرے غاد پری کی درخواست میں فی سنجام

دکھا چلی تو کرتب کشیا کرنے میں اب بھیڑ تو مٹیا  
 کیا سمجھا میں تو نے نام اب ہے غاد پری کا کام  
 لاؤ غاد پری کو

|                                                                                                                                                                                                                                                                                   |                                                                                                                                                                                                                                                                                      |
|-----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|
| <p>تمام سنج کی اس وقت خورای آتی ہے<br/>         پھلا سکے تو مدد یہ شامت کی ہری آتی ہے<br/>         گناں یہ ہوتا ہے گویا چسپاری آتی ہے<br/>         گناں یہ تو رہے گویا کھاری آتی ہے<br/>         سمجھتے سب ہیں کہ کتیا شکاری آتی ہے<br/>         ایسے واسطے لڑنے گنوار آتی ہے</p> | <p>سمجھا میں غاد پری کی سواری آتی ہے<br/>         جو گول لڑتی ہے سر پر تو ہاتھ میں مال<br/>         غضب طرحا اپنے میں چھکاسی برتی ہے<br/>         غضاب غصہ سے چھٹا ہے خدا خدا کر کے<br/>         کبھی جو ہنکے کسی کی طرف لپکتی ہے<br/>         رقیب سے جو اسے خواب میں تلمذ دیتے</p> |
|-----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|

## شعربانی غادیری کی

شیطان کا کام حسن پیرے تمام ہے  
مخل میں بکے سائے رچی میں غلب  
سر پر نگائے دھپ جو اسی کی کنیز ہوں  
اٹھی خدانے دی ہے مجھے عقل نقد  
پیشاک تو سفید ہے چہرہ سیاہ ہے  
یہ جھوٹ پر دیائے خدانے مجھے فروغ  
الٹی ہے مت کر ہو گئی احمق کی ہر شکر

اگر سیتلا کے داغ ہیں پر غاد نام ہے  
دن رات جکڑیں اٹھیں باقی سو کام ہے  
خاموش جو رہے وہ مرا خود غلام ہے  
سوتی اگر سحر تو میں کستی میں شام ہے  
گو یا اودھکی صبح میں یہ کالی شام ہے  
پایا اسی کی دھڑ سے مال حسرام ہے  
بڑھیا ہوں گو کہ میں پیرے عقل غلام ہے

## چھتہ بانی غادیری کے

پڑی ہوئی تھی اندھی میں اوپر تھے دلال  
مچا دیا بھونچال کہ یہاں مجھے بلوایا  
ردپ سر دپ ہمارا ج کا میرے دل کو بھایا  
یہاں بلا کر آپنے مچا دیا بھونچال  
بھونکی گھر سے آئی تھی کچھ نہ کھلوا یا  
لیکن تو احمق تھا جو اس پر اترا یا

## ٹھمری بانی غادیری کے

مجھ پر جوتے حزب پڑے  
جس کو دیکھو الٹی ستا ہے

اوجھام  
بہت پڑے بھٹی بہت پڑے  
چند یا موری ہو گئی ٹوہیل

اوجھام  
کوی گدھی کا کھبر کرے  
جیسی مرمت موری بھٹی ہے

ساون زبانی غادیری کے  
بن پیا گھٹا نہیں بھائی

کو تو ایسا جزا پر ساوے  
اب نہ مہک بات ساوے  
کو تو بید بچھن نہ آوے

سر پھر نہ اٹھائیں ہم سب بہنیں  
ہاتھ جوڑت ہوں منہ پرت ہوں  
میں تو دکھیا جہنم کی ماندی

## غزل زبانی غادیری کے

کھسی تھی اس قدر دولت ہمارے بھی مقارین  
کہ سہ ڈھری کا سودا پھر گیا آج کل سر میں  
کہ ایسا لولتی ہیں عورتیں بھی آج کل گھر میں  
حل میرا گراوے ہیں آخر ایک گھوڑی میں  
خدا کے سامنے بھی میں ہی کہہ دو گئی محشر میں  
یہی سودا بہت دن سے سما یا ہے مرے سر میں

پھنے نالہ کو ہم اے پنج تیرے دو ساغریں  
کسی ہستاد کی بھی غلطیوں کے ہم نہیں قائل  
شکوں کہتا نرالا اور دکھا سانپ اپنا مشربے  
حمل کتنی ہوں جب میں ان کو غصہ آہی جانا ہر  
طبیعت چلبلی ہے اور نو نڈوں سے مجھ سے  
کوئی حجام مل جائے تو اپنا سر منڈا ڈالوں

## مہولی زبانی غادیری کا

لاج رکھ لے گدھیا ہماری - میں چیری تمہاری  
پھر وہ ہوں ماری ماری

پہلے میں کلکتے گئی تھی - ساری دولت ماری  
مال پر ایا گھر میں رکھ لو - ایسی کر دہشتیاری

کہیں نہ ہو سے عاری

جس کا پاؤ مال گھٹا دو کیا کو تو ہم کا ماری  
آنکھ بچے گھڑی ٹپیلے - پھر نوا ناری

کوڑی کوڑی منہ سے اٹھاؤں ایسی ہوں کھلا ری

اب جو بولے منہ سے کوئی - جب ہی دینا گاری

میں تو ہوں گھسیاری

## غزل زبانی غادیری کے

مردم شاعروں سے بھی نہ یاد کیجئے  
آتش کو ذوق و رتہ کو بھی یاد کیجئے  
اب کس سے جا کے شکوہ بیدا کیجئے

مرا ہے کیا ظریف نے یا ردا دکائی ہے  
مرا ہے کیا ظریف نے یا ردا دکائی ہے

تو ہے اب سے منہ نہ پڑھوں گی ظریف کے  
 بوڑھی ہوں تو نڈلے کے میں جاؤں کہاں کہاں  
 جی چاہتا ہے بولیاں پنڈت کی سیکھ لوں  
 کافی تھی اور ناچسنی تھی وہ بڑی کمال  
 الفاظ جو غلط ہوں انھیں لائیے ضرور  
 جب اعتراض ہوں تو بگڑ جائیے وہیں  
 انھیں نہ اعتراض دے جائیں گالیاں

میں ہوں کنیز آپ کی آزاد کیجئے  
 اک ہاتھ نہ مارا اسے برباد کیجئے  
 مل جائے اک گنوار تو استاد کیجئے  
 اس شاعری پر آنکھ سے بس صا دیجئے  
 اپنی طرف سے کچھ نہ کچھ ایجاب کیجئے  
 اور منہ بھٹلا کے لوگوں سے فریاد کیجئے  
 آخر کو منہ سے آپ ہی ایراد کیجئے

### غزلِ ربانی غاویری کے

کسی کے اعتراضوں نے عجب اندھڑ دیا ہے  
 اٹھائے ہیں وہ صدے مٹ نہیں سکتے کچھ  
 گھٹنا غلطی کی ہے بینہ اعتراضوں کا برتا ہے  
 خضاب ایسا خرمین عارض ناقص یہ تو ہے  
 مٹانے سے مٹیں کیا اعتراضات بجا سم سے  
 حساب شاعری جب خشر میں ہوگا تو کھدو لگی  
 چھپاؤں منہ تداست سے سر غفلت کیوں اپنا  
 ہر ہی تھی تیز ایسے وسیوں کو ہیں گالیاں نہ بکر

زمین کو زلزلہ ہے آسمان چکر میں آیا ہے  
 کسی کے ایک فقرے نے کیا سب کا صفایا ہے  
 کسی کی شاعری کے باغ پر کیا ارجحیا یا ہے  
 لگاں ہوتا ہے بطنائندہ گوہر بل کے آیا ہے  
 دلائل ہیں قوی اس میں اثر نگاہی لگایا ہے  
 کہ میں نے شاعری کے عیب کو باطل چھپایا ہے  
 کہ میں نے چالیوں کے نام پر دھبا لگایا ہے  
 ساری کاٹھا خرمیاں سے میں نے پایا ہے

وہ کہتا شاعری کیا۔ تم خدا دیوانہ لڑو دیکھو  
 خورشاد سے دراد سے کسی سے انگ لایا ہے

پہلے پہلے پہلے پہلے پہلے پہلے

فقرے منہ بند پیری کی در خواستیں

کافی رات مرنے میں سب

بیٹھ رہی کتنی نیچے اب

بہت کی تو نے میری خورشاد

منہ بند پیری کی اب ہے آمد

لاؤ منہ بند پیری کو

آتی عجب انداز سے منہ بند پری ہے  
موتی ہے زبان بہت نہیں منہ سے نکلتی  
منہ شرم سے ہر ایک کا نکلتی ہے ہمیشہ ۱۱  
امید خزان اب اسے دیدیتی ہے جھونکے

غش غش ہے زباں تک نہیں قاب میں ذری ہے  
گوئی کے اشاروں میں فقط صبدہ گری ہے  
کچھ بول نہیں سکتی یہ بے بال و پری ہے  
کیا گلشنِ عالم میں چسپاں سحری ہے

زیور نہیں در کا تخت کی ہے صورت

یہ بھینس ہے چہلے کی جو کچھ میں بھری ہے

شعرِ خرافی منہ بند پری کی

معمور ہوں ذلت سے حماقت سے بھری ہوں

کچھ کہہ نہیں سکتی ہوں میں منہ بند پری ہوں

فاتے سے ہوں بھوکے ہوں غضب سے مہفتہ

ٹھنڈے ہوں ابھی لوگ جو میں گرم ذری ہوں

وہ شمع ہوں گل کرنے کو محفل جیسے اٹھے

اس بارغ جہاں میں میں نسیم سحری ہوں

زندہ نہ رکھے گلستہ چھ منے لے گا جو نانی

میں کفر کے شہزادے پر سوجاں گری ہوں

چوہ بولہ منہ بند پری کا

راجہ اندر ناؤ سے گئے دیانچہ انام

جن بے ستاد اورے تو میری اک بات

شہزادہ اک روپیہ سوتا تھا نادان

میری اپنے تخت سے رخ بہت اٹھا

کالی صورت دیکھ کر دل کا گیا تبار

دل میرا گستاخ نہیں محفل میں اس آن

اس کو کو تو لائے گا بھینچ کر مکار

جواب مستاد یو کا

گھر میں تھے ناؤ کے تو سب کی سرور

تجہ سے کر سکتا تھیں ہر گز میں انکار



چھوٹ تو منہ سے اپنے کچھ تو بچے بتا | پتا دے ملعون کا لاؤں ابھی اٹھا

جواب منہ بند پیری کا

جا تو بچوں بیچ میں کچھ کدو درمیان | سوتا ہے اک ہنسل ٹہسری پراناوان  
جوتا میں دے آئی ہوں اپنا کسے نشان | کالے چرٹے کے نشان سے تو اسے پہچان

سوال ستاد یو کا

لایا شہزادہ کو میں جا کر ہندوستان | معشوق اپنا اوختہ جلدی سے پہچان

جواب منہ بند پیری کا

بہی ہے میرا بخت دل ہی ہے میری جان | مائی باپ ہے یہی سیدائیں اس پر قربان

جنگا نامہ بند پیری کا شہزادے کو

سوتے ہو کیا یہ بھر جھوٹ کے تم کفار | تم بھکیں کھو دیا اپنی پتا نیند سے ہر ہشیار

جنگا شہزادے کا اور گھیر آکر کہنا

کھوٹا میرا کیا ہوا چھوٹا کدھر مکاں | سوتا تھا میں کچھڑ میں لایا لچھے کہناں

نادہ کالی مہر ہی سے نادہ میرا گھر | خواب یہ میں دیکھوں ہوں یا ہو گیا ہوں فر

جنگا شہزادے کا عالم حیرت میں

کھینچ کر کون لچھے آہ یہ لایا مجھ کو | کس تم کشیش نے سوتے سے جنگا یا مجھ کو

لا کے ناحق کو عبث آہ ستا یا مجھ کو | یہ تکلف تو کسی طور نہ بھبا یا مجھ کو

بس میں تمہارے کچھ چھوڑ دیا ناخوش | ڈھونڈ رہے کوئی بھی دستر میں نہ آیا مجھ کو

حیف صد حیف کسی نے نہ خبر لی میری | میرے پر جانے عبث دل سے بھلایا مجھ کو

جنگا شہزادے کا

مجھے آہ تقدیر لائی کہاں | کہ منہ بند بھگتی ہے گونگی جہاں

مجھے آہ تقدیر

کدھیا یہ باندھی گئی میرے سر | اسے چھوڑ کر اب میں جاؤں کہاں

مجھے آہ تقدیر

ترس آتا ہے مجھ کو حالت پر اس کی | کہ مصفوح ہے اور ہے ناتواں

مجھے آہ تقدیر

زبان تک نہیں تباہیں اسکی ہے  
پڑی کس نصیبت میں اب میری جاں  
بچے آہِ فقیر

کنا منہ بند پیری کا اشاروں سے

دیکھتے تیری طرُن گھر کا دست نام  
گھر میں میرے لاکھوں میں دھوبی اور حجام  
جو نہ ناخصا سر ہوا ب کیا پچھتا نا  
اب تو میرے گھر جاں میں آگئے ہونا نا  
نام اپنا بتا کر دل کو شاد  
میں خوشی میں آن کر بانگ کی پرشاد

جو اب شہزادہ کفر کا

اوپر میں رہتا ہوں عیش ہے میرا کام  
شہزادہ ہوں میں ہند کا کفر ہے میرا نام

سوال شہزادہ کا منہ بند پیری سے

تو جھٹتی کس قوم کی اپنا نام بتا  
بھڑاسا سینہ پر تیرے نکلا ہی کیا

جو اب منہ بند پیری کا

قوم کی میں جھٹتی ہوں منہ سے میرا بند  
اونچی سیدھی لیٹا کر کروں تجھے خند  
رہتی ہوں میں کا کوری گھسی میرا نام  
نفرت سے اس قوم کی مرئی ہوں میں بدنام

سوال شہزادہ کا

جلدی بتا لب مجھے اسم لے مر وار  
لا کر تیرے پاس مجھے کیا کس نے خواہ

جو اب پیری کا

تجھیر میں عاشق ہوئی چلتے چلتے رستا  
اٹھا منگایا یاں تجھے بھیج کے مرز رستا

شعر خوانی بہ اشارہ منہ بند پیری

آسمرے پاس کہ تجھ پر جھاڑن تھکے  
ہچا پہ غانہ لگی ذرا کل سے دباؤں تجھ کو  
دلو بھاتی ہیں جو بھو نڈی سی اٹھیں تیری  
میں اشک سے سے ذرا لے لوں بلاش تیری  
لیٹ پہلو میں تو گھر بھر کریں ہر باد کو  
ہر گدگد کے پریوں کو میں دل شا کو

جو اب شہزادے کا

قوم میں اپنی کوئی دے گا نہ کھانا جھکو  
مارٹ لے گا ابھی جاں سے نانا جھکو  
نکلا رستہ نہ سمجھے غریب سنا ہوں میں  
تو اگر گونگی ہے کم بخت تو کا نام میں  
بیرا تجھی سے زانے میں نہ ہوگی کم قوم  
آپ بدنام ہوئی ہم سے چھڑا ہے ہم قوم

بھیج سستا کو مجھے کھینچ بلایا تو نے  
جواب منہ بند پیری کا اشارہ ملے

سوت کا لطف ہے ایسی ہی ملنا ہی میں  
دل میں تو خوش ہے کہ کیا لڑکھی قسمت میری  
شرم نہ جھگو نہیں اے کاٹھ کے آؤ آتی  
دیکھ پچھتائے گا برباد اگر تیل ہو گا

جواب شہزادے کا

وصل کرنے پر میں راضی ہوں مگر اس کی کیا  
دوسرے یہ کہ تنہی نالی کی ہے میٹھا سجا

جواب اشارہ میں منہ بند پیری کا

بیہودہ بات زباں پر نہیں آتا کوئی  
وینا حجام کی کسوت پر محبت جان تو  
ایسی جا سیر کو اشارف نہیں جاتے میں۔  
آفت آجائے گی تجھ پر ارے دیوانہ ہے  
نام تیرا جو کوئی افس کو بتا دیوے گا

جواب شہزادے کا

جھوٹ ہی جھوٹ ہے والدیدار بات تری  
مرزا سستا کے یہاں رات کو تو جاتی ہے

جواب پیری کا

بات ایسی تو زباں سے نہ نکالو صاحب  
مجھ کو سستا سے بڑا کام جو کرنا ہوتا  
میں پیری ہر کے بندھیلے پر نہ لجا لڑی

جواب شہزادے کا

روز تو بڑوں کو تو کوٹھے پر بلاتی ہے تو  
صبح ہوتی ہے میری جان پہ بھسلا محکوم

پھر فرے سانسے بائیں یہ سناتی ہے تو  
بھیر دین جلد زلزلہ چلے سنا لا محکوم

## جواب پری کا

جان دی مفت میں اور دشمن جانی تو نے | بات ہرگز مری کمبخت زمانی تو نے  
تو بھی کم ظرف ہے کب تک تجھ کو آؤں میں | جھوٹا چل تجھے نانی کا دکھا لاؤں میں

## جواب شہزادے کا

ساتھ چلنے میں تو ہر طرح کی تیاری ہے | اپنی نہیں دکھتا ہوں اس وجہ سے لاچاری ہے  
پرکٹی کوئی تو تدبیر بتا دے جھکو | یا کسی آئینہ کے پر زنج کے لا دے عجب کو

## جواب پری کا

ہبکی باتیں نہ کرو ہوش میں آؤ با با | دروں ہاتھوں سے ہر تخت کا پکڑ لیا  
یہ نہ ہوئے تو مری ٹانگ پکڑ لو جانی | تم تو اسے ہر توں بھی ہوں تہاری نانی  
مجھ سے داں جا کے کوئی بات نہ کہنا بیٹا | پیچھے پیچھے سرے تم نچ میں رہنا بیٹا  
گاکے اور نچ کے بت سب کو بناد گئی | تجھ کو مہری کے در سے میں بٹھا دگئی میں

جانا دوبارہ منہ بند پری کا سبھائیں اور اشاروں سے باتیں کرنا

نائی نے بلو کر کیا مجھے آرام | آئی ہوں پھر یہاں کر دانے اپنا کام  
کر دانے اپنا کام یہاں پھر آئی | ٹھہری چھیند غزل کی گچھ میں دھن بڑھائی

جینے جینے جینے جینے جینے جینے

## شہزادی کی غنیں غنیں

کرے جو شہزادی منہ سے غنیں غنیں تو فوج بن جائے راگ ہو کر  
انگ کسے رہ جائے منہ کے اندر زبان بوتل کا کاگ ہو کر  
کجا مہارسی شہر نشانی کسں گدھیدوں کی سیپیں سیپوں  
حد کی اندر ت کہ لیت ڈی بھی اب چلت لگاتے ہیں ڈاگ ہو کر  
سیاہ پوشوں سے تم نہ بچو بتائے دیتے ہیں منے نانی  
کہیں دیکھس جائیں بل کے اندر ہنسی ہنسی میں یہ ناگ ہو کر



# شیخ حلی کا لکچر

یہ بات صوبہ بنگالہ اور صوبہ متحدہ صوبہ پنجاب صوبہ مدراس کی تاریخ میں ہمیشہ  
ایک گارے گئی۔ کہ آج ہم اس پیداری کے خواب کو دیکھنے کی غرض سے کوٹھے پر بڑھے ہیں  
جس کے آثار کھو اب سے نظر آ رہے تھے۔ درحقیقت سویشی تحریک کا منہ دہستان میں کچھ  
آج سے نہیں ہے ہمیشہ سے ہے۔ زمانہ گذشتہ کے اہل الرائے ہندوستان کی مٹھلی اور مغرب کی  
روز افزوں ترقی پر غل غپاڑہ مجا یا کئے۔ اور دوائی دیا کئے۔ لیکن کوئی خبر نہ ہوا۔ یہاں کے اگلے  
بڑے خلاف ہمارے تجارت اور صنعت و حرفت میں زیادہ منہمک تھے۔ ایک ایک بڑھا اچھی  
طرح علم اصناف کے رو سے بغیر غور و فکر کے بنا سکتا تھا۔ کہ یہ ورنہ سب سے باجمیٹر بند رہے یا جری  
گھوڑا ہے یا گڑھا۔ چیل ہے یا کوڑا۔ پہل ہے یا کاسے اونٹ ہے یا بی تجارت اور تجربہ کا تو یہ حال  
تھا۔ اب لیجئے صنعت و حرفت خرق سے عرب تک مشرق سے مغرب تک ہندوستان کی صنعت  
کی دہرم تھی۔ کملیاں۔ چھلیاں۔ ڈھلیاں۔ خجریاں۔ ڈھول تاشے گاڑھے۔ ہوتے۔ انوس ہے کہ  
ہندوستان یہ تمام سالیں کے ساز و سامان مثلاً کر خاک میں مل گیا۔ اور غیر ملکیوں نے اس کے کھنڈ لیا  
پر قبضہ کر لیا۔ یہ خلیہ سویشی تحریک چکے چکے اپنا کام کر رہی تھی اور ہندوستان میں گڑھ پڑی تھی۔ لیکن  
تعمیر بنگالہ کے چابک نے اچھی طرح پیچھے سہادی اور گرو جھاڑ دی اب کیا تھا

## لگے دولتیاں اچھانے

یہاں تک کہ کچھ پر ماتہ رکھنا ناگوار خاطر تھا۔ کبھی سرکھائی کٹیا کی طرح رادھر سے اودھر دوڑتے  
تھے۔ کبھی بنی لٹی کی طرح بھبھکتے تھے۔ آخر ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں بندے ماتم  
کے ہودوائی گڑھ بن گئے۔ لہذا سویشی تحریک کا قیام ہمارے لئے ابدی ہے۔ اور اگر  
تقسیم بنگالہ مسترد کر دے تو پھر یہ سارے چل پوں غائب غلہ ہو جائیں۔ اور کل شکریہ شکایت  
و لیں ہو جائیں۔ اسی پر وے میں مسلمانوں کا بھوکے منہ نامقصود ہے۔ جھائیو اگرچہ میں خود ایک  
مسلمان ہوں لیکن جس طرح میرے ہمت قدم بعض وانا لیڈر اپنا گلا آپ گھونٹ رہے ہیں۔ اور اپنی  
قوم کی گردن پر آپ پھری پھیر کر اپنی ہڈیاں گرام کر رہے ہیں۔ اس کو عام بیوقوف مسلمان نہیں سمجھ

سکتے۔ یہ ایک تہہ بڑا مسئلہ ہے جس کے سمجھنے کی کسی مہذب مسلمان کو لیاقت نہیں۔ اور اس راز کے کھل جانے سے مدبران ملک کے واسطے فراہمی کے آئنا ہیں۔ ہم کو اس بات کا ضرور افسوس ہے کہ ہمارے بہت سے ہم خیال جیانیانہ کی سیر کر رہے ہیں۔ اور جن جن حص جہانے کو تیار ہو رہے ہیں۔ مگر سوراچی خفگان اور سودیشی سوداوی ماہر ایسا نہیں ہے۔ جو دو چار سہیل میں قنیل ہو جائے۔ اس کے واسطے ایک زبردست عمل کی ضرورت ہے۔ جو تمام ماہر سوداویہ کو خارج کر دے۔ مگر منٹ حکیم ہے۔ اور ہم غلیل۔ رائے۔ علیل بھی غلیل ہوتی ہے۔ حکیم جو کچھ حکمت عملی سے کام کرے گا مفید ہوگا۔ کیونکہ یہ ملکی جوش گذر جانے والا دھارا نہیں ہے۔ بلکہ یہ تحریک ایک سالم صورت میں نمودار ہوئی ہے۔ اور امید کی جاتی ہے کہ بہت جلد ترقی پونہ بنکر ترقی کرتی جائے۔ اور امید کی جاتی ہے۔ کہ بہت جلد ملکی گوشمالی کی کھچی ثابت ہو۔ کیونکہ ہندوستان کی مغربی ایک ہمسلمہ امر ہے اور ہندوستان کا خاص چشمہ زراعت ہے۔ زراعت کی حالت ایسی خراب ہے کہ فلک کے اجرام میں قوت مجاذبہ ضعیف ہو گئی۔ لہذا ماسک کھانے کی ضرورت ہوئی جس کا لازمی نتیجہ ماسک باطل ہے۔ پھر پانی کی کمی کر رہے اور قحط سانی کیوں نہ ہو صدیقین کا مجتمع ہونا غفلت سے باہر ہے۔

گو کہ ہم لوگوں نے داخلی بندوبست کی درخواست کی مگر نامنظور و نامطموع ہوئی۔ سرکاری محصول روز بروز چڑھتا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ بعض مقامات پر قابل زراعت زمین میں اضافہ نہیں ہو سکتا۔ اور زراعتی زمین پانچھ ہوتی جاتی ہے۔ پیداوار کاغذ ضرورت سے بہت کم ہے۔ ہندوستان میں قحط بہت جلد تشریف کاٹ کر لانے لگا جس سے رعایا کی مصیبت آسمان پر چڑھ گئی ہے۔

اب وہ وقت ہے کہ ہم لوگ کوئی مفید کام شروع کریں۔ اور وہ ہندوستانی صنعت ہو۔ کیلی بنیں۔ کرگھے بنیں۔ جاپان جابیں جو لاپے سکر آئیں۔ امریکہ جابیں قلمی کرگھائیں بڑھتی ہیں۔ لہذا بنیں غرض وہو بنی کے کٹے گھر کے ہوئے نہ لگات کے۔ پڑھنے لکھنے کے بعد ترقی مناس کا خیال ہو۔

پڑھیں فارسی چینی تیل

یہ دیکھو قدرت کے کھیل

لیکن اگر ہم اپنے ملک کی ترقی کی کشتی ادبار کے سمندر سے نکالنا چاہتے ہیں تو ہر چاہیے کہ

تجارت کے ہند میں غوطے کھایا کریں ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے ہندوستانی بھائیوں کا سرکاری اور غیر سرکاری نوکری کی طرف بہت کچھ خیال ہے۔ استغفر اللہ یہ ایک ذلیل بات ہے۔ ہا کہ بعض لالیہ لوگوں کے حوالے کرود اور بنگالی بابوؤں کو دیدہ۔ یہ پسوئی اور کتونی انھیں سے خوب ہوگی۔ مسلمان لوگ بڑے ہوقوف ہیں۔ جو ذرا سی نوکری کے لئے لڑے مرتے ہیں۔ جدید اصول پر کام کرود اور پرانی صنعتوں کو زندہ رکھو۔ یہی ترقی کا بھید ہے۔ ابھی ہم کو بہت کچھ کام کرنا ہیں۔ اور ہمارے راستے کانٹوں سے خالی نہیں۔ حکمرانوں سے مصیبتوں کا سامنا کرنا چاہیے۔ اور ہوشیاری سے منزل مقصود تک پہنچنا چاہیے۔ حکمرانوں کی اصل مد نظر چھکر اپنی ہڈیاں گرم کرنی چاہیے۔ یہ چال چل گئی تو چٹری اور دو ٹوڈ ہیں۔

یہ سچ ہے کہ تقسیم بنگالہ کے نشتر نے سودیشی کے میلان کو بائیکاٹ کے سلسلے سے مرتب کر دیا۔ کیونکہ سودیشی کے دوسرے معنی غیر ملک کی چیز سے نفرت کرنے لگے ہیں۔ اس سبب سے بائیکاٹ لازم و ملزوم ہے۔

اور قاعدے کی بات ہے کہ کام میں جب تک شروع نہ کیا جائے خوش پیدا نہیں ہوتا۔ مار مار کرنا چاہیے اگرچہ نامردی خدا نے دی ہو۔

لیکن اگر واقعات کا مجموعی سے مطالعہ کیا جائے۔ کہ جس روز ہم تمام یورپ کی عمدہ اور نفیس مال بنالیں گے۔ اسی روز ملکی تجارت کی بادشاہی کا تاج ہمارے سر پر رکھ دیا جائے گا۔ اس وقت تک بائیکاٹ کی ضرورت نہ رہے گی۔ یہ غلط خیال ہے۔ روزہ ہے۔ سودیشی تحریک کو آغاز پر گورنمنٹ کو کچھ غلط فہمی ہوئی جس کی بدولت دو چار غریب شکار ہو گئے۔ اور آئندہ بھی نہ معلوم کتنے ہوں کیونکہ اس کا راستہ جیلخانہ کے قریب ہے۔ ہذا بعض دہران قوم ادھر سے ادھر گھسک جاتے ہیں۔ اور یہ تو فی غلط فہمی ہے۔

آج ہم لوگ اس غشی میں اوچھل کود رہے ہیں کہ صوبہ متحدہ کے فنانسٹ گورنر سر جان پرسکاٹ ہیویٹ صاحب نے سر اینٹی کڈائل کی تقلید میں پلٹا دم اٹھایا۔ جس سے مذکورہ پیش بدل گئی اور ہماری جان میں جان آئی۔ نہایت غشی کی بات ہے کہ ایک صنعتی کانفرنس نئی تال میں کی گئی جس سے کامل ہمدردی کا ثبوت ملتا ہے۔ خیر خدا خدا کر کے کچھ پکڑو حکمرانوں کو کم ہو گیا۔ اور ملک کی سرسبزی کی بھلی بھولی صورت خواب میں دکھائی



دی۔ مگر اس خوف کے مارے جان نکل جاتی ہے۔ کہ پلیگ ہر سال صفائی کا وارو نہ بنکر آتے۔ اور ہندوستان کی لاکھوں بکریاں گرگ اجل کے حوالے کر دیتے ہیں۔

بات یہ ہے کہ ہم خود بھوکے ہوتے ہیں۔ قاعدے کی بات ہے کہ نزلہ برعوض ضعیف میریزو۔ کمزور جبکہ ہمیں کوہ باتا ہے۔ وہ لوگ اس بیماری سے محفوظ ہیں جو مرغن کھانے کھاتے ہیں۔ اور ہماری کمزوری ظاہر ہے کہ انسانی خوراک کا کوئی حصہ ہم کو میسر نہیں آتا۔ چوپایوں کو خوراک ملتی ہے۔ و حقیقت بغیر سرکاری امداد کے ہمارا چوبہ دنا نہیں چل سکتا۔ ہماری ٹیکل گورنمنٹ کے ہاتھ میں ہے۔ جب ذرا ہم سر اٹھاتے ہیں۔ وہ ایک جھٹکا دیتی ہے کہ ہم ناک مل کے رہ جاتے ہیں۔ ورنہ ڈنمارک میں آج کل جو نمایاں ترقی قابل رشک ہو رہی ہے وہ گورنمنٹ کی اندرونی اور بیرونی مدد سے ہے۔ راتوں کو گورنمنٹ ہی ہنر وادان کی کاشتکاری کرتے ہیں۔ اور انکی خشک زمین میں نمونوں کے ذریعہ سے آب رسانی کرتے ہیں۔ کھیتوں کو سرسبز کرنے میں ہاناچ کاٹ کر فکدہ کا ڈھیر لگا دیتے ہیں۔ اگر ایسی رعایت اور مہربانی ہم ہندوستانیوں کے ساتھ کیجا کئے۔ تو آج ہندوستان انگلستان سے وقت اور منسلک میں کچھ کم نہ ہو۔ کیونکہ ماشاء اللہ ہندوستانی ان سوکھی جڑیوں پر بھی محنت میں کچھ کسی سے کم نہیں ہیں۔ زراعت میں یہ حالت ہے۔ اور صنعت میں یہ حال ہے کہ اپنی بھری اور بھڑی چیز غیر ملک کی نفیس اشیاء سے اچھی معلوم ہوتی ہے۔ ہندوستان کا ٹاٹ یورپ کی زربفت سے عمدہ ہے۔ یہاں کی چڑیل داناں کی پری سے بہتر ہے۔ ہم کو حب الوطنی کا حق ادا کرنا چاہیے اور ہم لوگوں کو غیر ملکی اشیاء کی صفائی اور خوشنمائی کو باطل ذرا موش کر دینا چاہیے۔ اس کی سفید واندہار شکرتند سیاہ سے بدتر ہے۔ اور یہ نفرت جب تک دل میں قائم نہ ہوگی۔ اور غیر ملکی چیزوں کی طرف سے آنکھ نہ بند کر لی جائے گی۔ اس وقت تک دل کی آنکھیں روشن نہ ہوگی۔ یہی ہمارا بچشم جہنم باید دید ہے

کالے گورے پہ کچھ نہیں موقوف  
دل کے آنے کے ڈھنگ ہیں کچھ اور

ہم کو اپنی نورانی گدڑی سنبھالنا چاہیے

کہن خرقہ خویش پر پرست  
ہر از جامہ عاریت خواستن

ہم کو لازم ہے کہ اپنی ذہنی مسئلہ کو بجائیں اور کچھ نہ ہو تو غل غل چل پڑیں چاکر ملک میں بل چل ڈالیں جس سے گورنمنٹ کی نظروں میں ہمارے وقت ہو۔ اور ہم کو بھی مرد سمجھے بغیر اس کی عزت حاصل کرنا مشکل ہے۔

## مستر سیون کا آخری چارج

اے والیان ملک۔ اے مہتران قوم۔ اے راجگان دلوایان اے شریف قوم۔ اے مدین قوم اے وانا اے نادان میرا مدت دیدے خیال ہے کہ دنیا کے کسی گوشے میں تمام شریف اور پامیوں سے خفیہ ملاقات کروں اور باری باری سے اپنے دربار میں بلاؤں۔ (خسوس یہ وقت تو نصیب نہ ہوا اور میری خست کا زمانہ قریب آ گیا)

اتو جاتے ہیں تنکدے سے مسیر  
پھر ملیں گے اگر خدا لایا

میں جانتا ہوں کہ آج تمام دنیا کے مال میں آپ لوگوں کی ملاقات کو جمع ہوئے ہیں دنیا کی شیخ پراجلس کرنے کا دستور تہذیب الایام سے مروج ہے۔ چنانچہ آج تک دھوبی مہتر بھنگی۔ بھٹشی کبڑیے دن بھر کی چھوڑا چھوڑا اور پٹ پٹ اور سن پیاڑی دھو مارا اٹھا پٹ کے بعد آٹھین دسویں پنچایت کر کے ایک موٹے تازے اٹھ کو اپنا کھیا بنا لیتے ہیں جو ان کی خدیا سہلاتا ہے۔ اور بھیجا کھاتا ہے۔ اس طرح کی بیوقوفی میں اتفاق وقت سے آج میں بھی بھٹس گیا ہوں۔ ایسے ایسے اجلاس کی بدولت بہت سے کام کی باتیں محل آتی ہیں۔ ممکن ہے کہ کسی قدر میری طرز حکومت میں کمی واقع ہوئی ہے۔ تو اس کی اصلاح میں دوسرے دربار میں پہونچ کر کروں۔ مگر مجھ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ تمام دنیا کی رائے کا اونٹ کس کروٹ بیٹھا ہے میں ہمیشہ سے شہرت طلب واقع ہوا ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ

میرے کارنامہ آب زر سے لکھے جاویں

کیونکہ تاریخی واقعات اور قوم کے گھرے پڑے آثار سے مانعیت اور کس سپرسی کا نقشہ ہو بہو

کھینچ جاتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ مسیکر زمانہ حکومت میں بہت سے واقعات ایسے ہوئے جن کو لوگ کبھی نہ بھولیں گے۔ جدید شاہ ایران کا ایرانی حکومت اپنے ہاتھ میں لے لیا اور ایران میں پارلیمنٹ کا قیام ہونا۔ اور مالی معاملات کی نگرانی میں پورا اشتہار حاصل کرنا۔ تجارت کے متعلق عہد و پیمان کی تکمیل پارلیمنٹ کے ہاتھ میں آ جانا۔ یہاں تک کہ وزیر کا تقرر پارلیمنٹ کے اذن سے ہونا اس کے بعد سے زبردست واقعہ ہر چہ شی امیر حبیب اللہ خاں دانی کا بل کا دورہ ہندوستان ہے جو خاص کر تمام ہندو مسلمانوں کی خوشنودی کا باعث ہوا۔

پھر مشرقی بنگال اور پنجاب کی سترائیں اور بغاوتیں شروع ہوئیں اور اسی چھپٹ میں لاہور کے رائے اور جھگو علوانی بھی آگئے۔ کہ کر دو کہ نیافت۔

لوگوں کی باغیانہ حرکتوں نے گورنمنٹ کو ان سے اس قدر بظن کر دیا کہ مابودت کی بجگہ میں انکا ذرا بھی بھر و سر نہ رہا۔ اور آخر دو چار ٹھوکروں پر کچھ دے گئے کہ تو ان کا نشہ بغاوت ہر نہ ہو گیا۔

اور جب

### ادرا و سندھ شکایتوں کی بھر مار

کے بعد بھی مابودت خاموشی اختیار کر بیٹھے تو آٹے وال کا بھانڈا معلوم ہو گیا۔ اور سمجھ گئے کہ سرکار کو دیوی کی بھینٹ چڑھانے کی ضرورت ہے۔ پھر آخر بغاوت و فساداری کے ساتھ بدگئی اور غشام کی ٹوٹی و پوڑنے لگی۔ گورنمنٹ ایسی ہے۔ ویسی ہے۔ مان باپ سے زیادہ مہربان ہے۔ نرگزل کا مقولہ ہے کہ بار کے آگے بھوت بھاگتا ہے۔ اخبار: .... کے سابق ایڈیٹر جو چلیانہ کی نذر کر دئے گئے۔ شاہ مرا کو کی عیش پرستی نے یہاں تک پاؤں پھیلائے کہ دارالریضا میں حسن انمول لوگوں کی جانیں ضائع ہوئیں اور ہوری ہیں۔ نا عاقبت اندیش لوگ اب بھی خواب غفلت سے بیدار نہیں ہوئے۔ سخت افسوس کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ اگر یہی نا اتفاقی رہی تو مرا کو کی قدیم سلطنت کا آفتاب جلد غروب ہو جائے گا۔ اور اس ہولناک منظر کو خاموشی اور حسرت کے ساتھ تمام لوگ دیکھیں گے۔ مابودت کا غصہ اس سے اور زیادہ ہوتا جاتا ہے اور قریب ہے روزِ اکبر ہم ناخوش جاؤں مسلمان ایک سبب سے۔ بہتر زیادہ نخوس سکتے ہیں۔ اور وہ نواب حسن الملک بہادر کی بیوقوف موت ہے۔ انھیں صد افسوس!

## ہندوستان میں ہساری یادگار

ہم ہندوستان میں اپنی چند یادگاریں قائم کئے جاتے ہیں جن میں خاصکر ذکر کے قابل صرف ایک نقطہ ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ہساری اس المول یادگار کے آثار تمام ہند پر ظاہر ہیں۔ اور آئندہ اس مبارک آفت کا سامنا آنے والا ہے جس کی وجہ سے آئندہ ہساری کی گورنمنٹ کو ادراس کے عہدہ واروں کو اپنی ساری قوتیں اور قابلیتیں کام میں لانا ہونگی۔ یہی اور دو باتیں تہائی کا سامنا کرنا ہوگا۔ یہ صحیح ہے کہ ایسی حالت میں ہمارا چلیج دینا کسی طرح منوط اور مناسب نہ تھا مگر میرے خیال میں ہساری روایتی ذاتی حرکت کا نتیجہ نہیں ہے پس مجھ کو اپنا حسن انجام خدمت دکھا کر اپنا اعزاز قائم کرنا ہے۔

آج جو تکلیف پہلک کو دیکھی ہے اوس میں زیادہ ضروری کام انجام پاسکتے ہیں۔ یہ بات زیادہ مضحکہ خیز ہے کہیں اوس کارروائی کو جو عام کی مصیبت کی سطحی کم کرنے کی غرض سے میں نے تجویز کی ہے۔ یا آئندہ کرنا چاہتا تھا۔ جس قدر زیادہ حل خیار کے ساتھ ممکن ہو سکھا چھڑ بھاڑ کر بیان کروں کہہ نہ کہ آج بہت موٹے موٹے اشخاص۔ بڑے بڑے زمیندار قسمت ہند کے اپنی قسمت کو رو رہے ہیں۔ لیکن یہ بات یاد ہے کہ

## اس ولولہ سے کچھ فائدہ ہوگا

آپ سب آپس میں ملکر تمام مختلف اسباب مصیبت کی گٹھری اپنے سر پر اٹھا کر دفتروں اور بریٹانیوں کی گلیوں میں گشت رکھائیے۔

ان دنوں میں ایک ایسا خفیف امر ہے جس کے خیال و اندیشہ سے امیر و غریب سب کی روح پر پرواز کھولے ہوئے طاعون کی امداد کی منتظر ہے۔ اور افلاس کا دیوانہ کے جیسے لٹھ لٹے ہوئے گھوم رہا ہے۔ نا اتفاقی کی جوتی پزار برابر مدت کر رہی ہے۔ ان تمام مشکلات کا سامنا کرنے کو ملک کے ہونا لوگ بیٹھی نیند سو رہے ہیں۔ اور خود غرض اپنے فائدہ کی غرض سے انکی کمائی کترنے اور جیب کترنے کو بھائی بنا رہے ہیں۔ یہ خود غرض لوگ سر موڑ کر کرنے کی غرض سے دوست بننا چاہتے ہیں۔ ان کے دام فریب میں ایک مظلوم سرشار قوم آجائے گی۔ پس چونکہ ہماری ہساری دلی پر ہائی پھیرا جاتا تھا یہ بہتر معلوم ہوا کہ خشک سالی کے وبال میں پھنسا لیکن کوشش کی جائے۔ اور کوئی جیلہ شرعی اختیار کیا جائے۔ بیشتر صورتی داند ہر اٹک اہل و مرد است کہیں حادثہ جہاں ادیب مرگتا

در زیر فلک سریشی آفت از من  
اے خوشه رنگندرم سیاه کرد است

## اس ڈبل کارروائی

کی ابتدا میں تم سب لوگ بھڑکتے تھے۔ قحط سالی کے نام سے بھار پڑتا تھا۔ جب ہم نے سوچ سمجھ کر ذرا باگ ڈھیلی کر دی۔ اور چکرنا شروع کیا کہ تم گھبراؤ نہیں دیکھی اور اطمینان سے محنت اور جادوئی کی تخم ریزی بے فصل خریف کے کاٹنے کے واسطے ہنسنا لے رہے تھکیت میں ڈنڈ پیلا کر دو جب وہ زمانہ بھی نکل گیا۔ تو پھر ایک دوسری ہوا بانجھی کہ اگرچہ فصل خریف نہ ہوئی۔ مگر اس کی سرسبز میں بالکل نکل جائیگی۔ ایک دم سے اٹھارہ اناج ہو دینا۔ اور گئے کے کھیت میں گھیاں کی بل بھیلنا اور خود بخود پیدا ہو جائے گا۔ نہیں تو شکر قند گاجر مہلی۔ گوکھی کے پتے غذا اے لطیف کا کام دیں گے۔ بالآخر وہ دن بھی گزر گئے اور سچے کے کھیت گھوسے جگہ۔ تو دی

## پرانا راگ الاینا شروع کیا

جب تمبر کا مہینہ گزر گیا۔ اور ہمارے حال کا ایک ایک تار ٹھکانا شروع ہو گیا۔ ستمبر میں ایک بوند برسی آئی تو رکھی اپنا قہر خشک لیکر چلا گیا۔ اسگنے کے وھان کے واسطے سفائی کی ہوا بندھواٹی۔ مگر اس چاٹے کبھی پیاس کھتی ہے آخر دوسری خریف بھی نہ ہوئی۔ وھان کا آٹھواں حصہ بھی پیدا نہ ہوا۔ اس پر مزید چوٹ یہ مہر کی باجرا جوار کی جو غریب عوام کی خوراک ہیں۔ وہ بھی نیت و نابود ہو گئے تو ہمارے چیلے پھوٹ گئے۔ اب یوں سمجھنا چاہیے کہ معمولی پیداوار کا چارم حصہ بھی نہ پیدا ہو مجموعی کاشت ستر لاکھ ایکڑ زمین پر ہوتی ہے۔ وہ بھی اوسط درجہ کی مہر کی اٹھ کی پیداوار اس سے بہت کم مہر کی جس کی دو مہینہ سے پیدا کیجاتی تھی۔ اور بکسان منہ میٹھا کرنے کو زبان چاٹ رہے تھے۔ حملہ انوردن ماروئے باید بعض ضلعوں میں چارہ بھی سے کیا ب ہے اور بہت گراں ہے۔ آدمیوں تک کو گھاس کھانے کو نہیں ملتی۔ ستمبر اور اکتوبر میں کھجور ہوا چنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ زمین میں کئی کام بھی باقی نہ رہا۔ اور اس کا بھی انٹوں ہے کہ جن دریاؤں سے آبرسانی میں مدد مل جاتی ہے وہ خود ایک ایک قطرہ پانی کو محتاج ہیں۔ یہ موجود زمانہ کا انوشاک پہلو ہے

## روٹی کی کیا کوٹھوسے اٹھ لٹھا

تجارتی اجناس یہ مدنی نے شہر ہار بھی سنا تھا نہ دیا۔ کیا ہر کی جنس اور مقامات میں آپ سانی کے صیف کی گڑن برابر جاری ہے کچھ تھوڑی بہت پیداوار کا دھار کیا ہے۔ سب گاؤں واسے کھیتی میں سرکھپا رہے ہیں۔ لیکن موسم سرما نو مبر کا مہینہ بھی خواب و سوچ کا پانی پرینا کیسا ابدن تک نہ گری۔



غرض سے جو قانون عمل درآمد جاری سرکار سے نافذ ہوا ہے اور جو کما روضائیاں طاعون اور قحط کے رفع کرنے کی ختمیاری کی گئی ہیں۔ وہ سب اس امر کے ثابت کرنے کو کافی ہیں کہ ہماری سرکار کو سب امور سے زیادہ رعایا کی امن و عافیت کا لحاظ ہے۔ مگر انہوں نے کافی احوال لوگ اس مسئلہ کو اچھی طرح نہیں سمجھتے کہ طرح کار کا عملی طور پر ہماری مدد کریں اور ہمارے کارنامے یاد رکھیں۔ لہذا ہم آپ سارے دنیا والوں سے رخصت ہونے ہیں۔ سرطریوں کے سپرد کرتے ہیں۔ جو ان کے طریق میں آپ سے ملاقات کریں گے۔ اور ان کے واسطے درکار آرموزہ رفیق

## طاعون اور قحط سالی

نذر اور مونس کا جوڑا چھوڑے جاتے ہیں۔ امید ہے کہ انکی مدد سے وہ بہت کچھ ملکی امور میں ترقی حاصل کریں گے۔ اور امید ہے کہ افلاس اور فلاکت کی نقادی سے وہ تمام دنیا کو بالا مال کریں گے۔ اور آئندہ جو کچھ آپ لوگ عرض و عرض و تجویز مناسب ان کے حضور میں پیش کریں۔ مناسب اور معقول الفاظ میں ہو نہیں تو لیسنے کے دینے پڑ جائیں گے۔ اور روتے ذہن پڑیگا۔ کیونکہ آپ لوگ ڈھل لے گئے ہیں۔ اور مستقل مزاج برزی مکر و حیلہ کی برافق سبیل نکالی جائیگی۔ اور سب کیو تر ایک کا تب میں بند کر دئے جائیں گے۔ آخر میں ایک نصیحت اور کرتا ہوں کہ تم سب لوگوں کو زمانے کی موائج و کجیٹا چاہیے۔ اور انکی حاکم ہیں انکی سوتی کی لوگ کی رفتار کے ساتھ ساتھ گھومنا چاہیے۔ ایک سکند بھر کا فرق نہ ہونا چاہیے۔ مصرعہ

زمانہ باتر زمانہ بازمانہ بسانہ

اچھا رخصت رخصت رخصت !!

————— ❦ —————

## ہولی کی ڈکشنری

جھوٹی خبر دینی بنی ہے جو گرامر ہولی  
 کانگریس میں ہولی اپنی سرکچر ہولی  
 کھیلنے آئیں اگر ساتھ ہزار نہ ہولی  
 خالی کر دے گی مے ناب کے ستر ہولی  
 واہ کیا خوب چائی ہے ڈیر ہولی  
 کہ کپڑے نہ بغارت کا کر ٹیکسٹر ہولی  
 کھیلنے جاتے ہیں اجلاس پمبسٹر ہولی  
 دل مرے ساتھ میں تم کھیلے گا سٹر ہولی  
 اس طرح کھیلے میں شام سے بچر ہولی  
 کھیلتا ہے پیشین پروانڈ ہولی  
 نشہ میں بھر کے نہ کھیلا کرے جگر ہولی  
 کھیلیں بھر بھر کے نہ بوتل میں کیفٹر ہولی  
 نشہ میں روز سناتے رہے ریوٹر ہولی  
 ساتھ بیٹے کے منائے گا جو ناوہر ہولی  
 کھیلتا جاتا ہے بھر بھر کے یہ واٹر ہولی  
 اپنی بک بک سے مجھادیتے ہیں ممبر ہولی  
 کھیلتا جاتا ہے کیا خوب ڈریور ہولی  
 ملے آئی ہے سٹے طرز کا پوڈو ہولی  
 ہم سمجھتے ہیں سنا ہے کنسٹر ہولی  
 کہیں کھلائے تھراٹر نہ سلیپر ہولی  
 بند کردیں نہ ہمیں ڈپٹی کلکٹر ہولی  
 اہل عملہ کو تو ہے ماہ ڈسمبر ہولی

کیا منائے گئے اس سال پر پوٹر ہولی  
 عین تقصیر میں تقریر کو کچھ طول ہولی  
 رنگ چرکھا جیسی آئے کا شیر کابل کا  
 جام صحت جو بیٹے جایش گے باری باری  
 ہنر محبشی سے ہونے میں سکند ورنہ  
 تم سوڈیشی کی نہ سٹرک پہ چیخو یا بلو  
 کانگریس کے ڈیلیکیٹوں نے بیٹے جا پو  
 ایسا سٹڈیون کہہتا ہے بلاک صاب  
 میز پر ہوتی ہیں ٹانگیں تو زمیں پر گردن  
 پانی بھرتا ہے کبھی پھینکتا جاتا ہے کبھی  
 ڈاکٹر ہو کہ کوئی نرس کہ کمپوٹر  
 رنگ بھی کوئی نیا ہو جو نئی ہولی ہو  
 کبھی اسلام کی خبروں کو نہ صحت سے نکھا  
 نام تہذیب و ادب ہند سے اٹھ جائیگا  
 آسمان اپنے ترشح سے نہیں بار آتا  
 ووٹ دینے کو اگر جاتا ہے کوئی ووٹر  
 خون کی ندیاں بہ جاتی ہیں بچن سبھی  
 ٹیکڈل اب کبھی اور ترشح سے... سبھی  
 آگ لگ جاتی ہے پیسے میں کرا سن کر اگر  
 گالیاں بکنے سے کیا فائدہ ہے نشہ میں  
 گالیاں بکنے سے یہ خوف نہیں رہتا ہے  
 دور سے پرستے ہیں صاحب قزاق تھے یہ خاک



یہ کبیرہ اور یہ ہذیب خدا خیر کرے | ایسی موقوف کریں تو م کے لپیڈر ہولی  
 رنگ اوجھالیں گے مضامین کے ہم اے عشرت  
 ہم سے کھیلیں گے اگر آج اڈیٹر ہولی  
 صحت صحت صحت

## پوٹیکل ہولی

اسلامی ڈیوٹیشن خوب بنایا  
 ہولی میں کیا رنگ اڑایا

انترہ

جمیر گلال پوٹیکل مگر اپنا دکھڑا لگایا  
 ہولی میں کیا رنگ اڑایا  
 اونسے تو کام نہ تھا کچھ اپنا گھر کھوب بچایا  
 ہولی میں کیا رنگ اڑایا  
 شملہ پر یہ بھاگ چھپلا رنگ بھی چپکھا آریا  
 ہولی میں کیا رنگ اڑایا  
 لارڈ سنڈکی جج ہوئے جس نے سبکا چھپایا  
 ہولی میں کیا رنگ اڑایا

## کابلی ہولی

ہولی کے ہیں بھٹا ٹھ نرلے  
 آئے بدلیسی کھیلن والے  
 نام حبیب اللہ خاں بے انکلا | رنگ شریعت ڈالے  
 ہولی کے بچے بچھاٹھ نرلے

|                           |                      |
|---------------------------|----------------------|
| جلبہ کے اٹھریں لئے سب     | نینہ ہیں یا بھالے    |
| ہندو سلاں ایک کئے ہیں     | کیسے کیسے رنگ نکالے  |
| ہولی کے میں بھٹا ٹھ نرالے |                      |
| جام صحت نوش کریں سب       | اس صبح کے میں متوالے |
| ہولی کے میں بھٹا ٹھ نرالے |                      |
| قاروٹ منٹو عبیر اڑائیں    | وہ ہوں بھکاری والے   |
| ہولی کے میں بھٹا ٹھ نرالے |                      |
| انگلش نیوٹو لاک کے سب     | جنگلے گورے اور کالے  |
| ہولی کے میں بھٹا ٹھ نرالے |                      |
| بھاگ یہ ایسا کھیا لائنے   | تھس بہنے دیکھن والے  |
| ہولی کے میں بھٹا ٹھ نرالے |                      |

## ایک لیڈی کا سپر

|                                        |                                         |
|----------------------------------------|-----------------------------------------|
| بھورے بھورے بال اس کے لطفے خالی نہیں   | زلف شگلیں بوتھیں ناگن نہیں کاتی نہیں    |
| چوٹی گوندھے کون خالی سر پہ جوڑا بانڈو  | ایک گلدستہ ڈانڈی ہیں لوزیب کو           |
| اور اسپرٹانک لینا چاہیے مرعنی کا پر    | تاکہ جشت میں نہ آئیں دیکھ کر کچھ جبانو  |
| کاسے سر گول ہے اور اس کے اندر ہے دماغ  | دل ہوا جاتا ہے جس کے دیکھنے سے بلخ باغ  |
| ایک پیشانی بھوین دوپچھے لمبی ناک ہے    | شامہ سے باصرہ ہے قوت اور اک ہے          |
| عارض زریبا ہے کیا سرخ پوڈر کی بہار     | ہونٹ ٹکڑا ناریل کا منہ سے دھکا تھپا     |
| دانت سپی کے بنے ہیں صاف یہ ہوتا ہے شکل | اور زبان ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جیسے بیدھن |
| بات کرتی ہے ملائم کچھ عجیب انداز سے    | ھر پر مسکین کوئی روتی ہے نرم آواز سے    |
| صاف ٹھنڈی ہے کہ ٹکڑا ایک کا پیسہ لگیاں | کان ہے یا ناک انٹی ہو کے چٹکی پر سیلا   |
| پتلی گردن ہے کہ گویا ڈگڈگی بندر کی ہے  | ایک پڑھ طوق ہے زینت ہی کار کی ہے        |
| شانے بازو اور ساعد نرم نازک گول گول    | سینہ میں دل پھسیر اور دل کے اندر اکیشہ  |

ہاتھ میں مہندی نہیں کف ہار شبنم صاف ہیں  
خوب قدرت نے بنائی ہیں وہ دونوں ....  
صاف ہیں ابھری ہوئی ہر گیل ہیں شفاف ہیں  
پیٹ باکل نرم فداؤں کی پیچھے ساری سخت ہے  
دو درمیں دس انچ سے زیادہ ہیں پستلی کمر  
پنڈلیاں نازک ہیں رانیں گوشے کمر پر ہیں  
بات کرتی ہے عجب انداز سے وہ سب

انگلیاں ہولی کی نوکیں از روہ الضاف ہیں  
مشتبہ اُس سے نہیں ہو سکتی ہیں نازگیاں  
سخت ہیں اونچی ہیں چپکئی باہمہ اوصاف ہیں  
رحم دل ہے ایک مولس دوسرا کجوت ہے  
یہ غلط ہے آف کو کہنے لگے کوئی بھنورہ  
پاؤں نازک ہیں مگر رفتاریں کچھ تیز ہیں  
مسکرا کر کہتی ہے گد مار رنگ مانی ڈیر

ساری چھایہ سے نفرت زینب تن اک سایا ہے  
دیکھ کر کہتے ہیں صاحب دل یہ کس کا آیا ہے

## مشرقاتی

ادھر آنا مرے مشرقاتی  
نشہ ہے محب کو ذرا اٹھ لگا  
اور اک جہانم گلابی دینا  
دام دیدار لگا سمجھ جھوٹ نہ تو  
آدھ سال ہے دخت رنکی  
دخت رز سے میری شادی کر کے  
نشر میں میں ہوں بلا سے تیری  
تو نیا دور نیا سال نیا  
کانگریس میں چلے گد م گدا  
ایک کی بگڑی ہو اور ایک کا ہاتھ  
ایسی صحبت میں تو آتا ہے فرا  
کوئی بگڑی کو آتا ہے سرے

ڈسٹرکٹ بورڈ کے ممبر سراتی  
کہیں اُڑ جائے نہ سو طرساتی  
مہرباں یا رڈیر سراتی  
کچھ نہیں ہوں میں ریوٹر سراتی  
ملدے رخسار پوڑ سراتی  
تو ہی اس سرگاہے فاد سراتی  
لاکھوں اور بھی ساغر سراتی  
بھر کے لا ج تو کنٹر سراتی  
نرم اور گرم ہوا کش سراتی  
ایک پہلائے فرا سراتی  
جبکہ ہوں چار و زمر سراتی  
کوئی قدم نہ رکھے سر سراتی

اور پولیس ہاتھ دیئے گزریں  
ہو یہ ریفیسا مروں کی نوبت  
نشہ کی بادے پھر سے کہیں  
گرمیاں اپنی دکھاتا کرتے  
کرے اجلاس سے باہر ساتی  
بڑتی جاتی ہوں برابر ساتی  
لگے لگے ابکی چت پر ساتی  
لاکھیں بادۂ آخر ساتی  
کر کر ابو گیا نشہ آخر  
خیر جاتے ہیں برادر ساتی

## ہمارا خیال

ہم سمجھتے تھے کہ لندن جائینگے  
کا لائن پٹر نہیں اسکو پسند  
اور دہاں سے لائینگے مٹی سی مہم  
خود غلط بودا انچہ ما پسند اشتیم

## وہی بیڈ باجے کا گیت

سدا دہیں کاراگ گایا کرو  
مصیبت کو نہ تھیں دکھایا کرو  
مشقت سے روٹی کسایا کرو  
بنا چاہتے ہر جو انسان تم  
ترقی کر دوشل جاپان تم  
مشقت سے روٹی کسایا کرو  
زمانہ کی تسکون نہیں ہے خبر  
تجارت میں صباقی ہے دولت مند  
مشقت سے روٹی کسایا کرو  
سلسل جو منت کئے جلائے  
ترقی تجارت میں دکھلاؤ گے  
مشقت سے روٹی کسایا کرو  
ذرا دستکاری کے دکھلاؤ کام  
ترقی ہو لوٹھی تو زبرد غلام  
مشقت سے روٹی کسایا کرو  
صناہج میں تم نہ رہو ملحق ہو  
مگر کاہلی میں بھی مشاق ہو

مشقت سے روٹی کسایا کرو

اگر ویسی شے پر کرو اکٹف !!! تو سوجھا بیگانہ کا کچھ جھلسا

مشقت سے روٹی کسایا کرو

جو چاہو ضعیفی میں طاقت ہے جو چاہو کہ دنیا میں عزت رہے

مشقت سے روٹی کسایا کرو

اگر چاہیے کس دنگے تم تو تھوگر نہ درد کی کھ دو گے تم

مشقت سے روٹی کسایا کرو

ہٹ ہٹ ہٹ ہٹ ہٹ ہٹ ہٹ

## در شکایت اپنا وقت گوید

کہا جی گھر بی سے مینے اکبار  
اُسے آوارہ لونڈوں نے کیا ہے  
وہ نامفول اس درجہ ہوا ہے  
ادب اس کو بزرگوں کا نہیں ہے  
چڑھ کر اینٹ کی عینک کو الحق  
یہ سب کج بھٹیاں بھی ہیں اسی  
ہوا ہے اس قدر تہذیب دور  
خراب اس کو کریں گے ملنے دے  
نہیں ہے خوف میرا بھی اُسے کچھ  
جو کرتا ہوں نصیحت نیک اُس کو  
لگی ڈٹ ڈٹے میں رہتا ہے ہمیشہ  
شرارت پر مکر باندھی ہے کس کو  
سمجھتا ہے جے اشراں ہے یہ  
کہیں ایسا نہ ہو پٹ جائے کدن

جنہے کچھ ذرا بیٹے کی مردار  
قلیوں میں رہا کرتا ہے بدکار  
نہیں فعلِ شنیعہ سے اُسے عار  
ہوا ہے بادۂ غفلت سرشار  
مہذب سے کیا کرتا ہے نکرار  
سمجھتا ہے وہ کانٹوں کو کچی گانا  
کہ بیوہ کیا کرتا ہے گفتار  
گلو جائیں گے اُس کے سار اظہار  
بڑے ہیں درحقیقت اس کو آثار  
تو اُس بدکار کو ہوتا ہے انکار  
گھبراتے جاتے ہیں ہر روز گروار  
نہوگا خراب غفلت سے وہ میڈا  
اسی کو یہ دیا کرتا ہے آزار  
کہیں ایسا نہ ہو ہو جائے نکرار

بتا دے گھا کوئی اک رنزد دھنکار  
نہاں کو باپ کی خلوت سے انکار  
کہ رنج اس نے دسیے ہیں جھکے بیا  
تو ہو جا لگی اک دن جوتی سزار  
کہوں کیا میں کہ میرے تم ہو مختار  
زنان بار وادار سے مرد ہشتیار

بہت یہ منگی ۲۷ ہے سمجھو لہر  
نہاں کو اپنی عزت کا سہ کچھ پاں  
میں کہ دوں عاق اس کو دلیں یہ ہر  
رہو نگا ساتھ ساتھ اس گھر میں  
وہ آنسو بھر کے آنکھوں میں یہ بولی  
مگر سچ کہہ گئے ہیں شیخ سعدی

اگر وقت ولادت مارزا سید

ازان بہتر نہ نزدیک خرومند  
کہ نہ رزنان نامہوار نہ ایند

## گوشمالی

سجھ کر نہ ہے بڑوں سے ناروا  
ہے مقدم سر گھڑی ان کی رضا  
باپ ہو جائے گا تم سے پھر خفا  
تنگ گستاخی نہیں ان سے روا  
تو یہ سمجھا جھوٹ کہتے ہیں چبا  
غصہ تیری گالیوں پر آگیا  
مادہ نزل کا خاک ہو گیا  
پٹ گیا لو پٹ گیا لو مر گیا  
اس گھڑی نہ راہ تو ہم بردیا  
اور اک شیطان سر پٹا گیا  
جنت اور دوزخ میں اک غل چڑ گیا  
پاچکا یہ بے حیا اسکی ہزار  
دی یہ سعدی نے نوید جانفرا

کیوں بھتیجے ہم تم سے کہتے تھے  
باپ سے کچھ بڑھ سکے ان کو جٹا  
فرق ان کی شان میں گڑے گا  
ذات ان کی مفتنم ہے دسریں  
بدر بانی سے نہ باز آ یا مگر  
باپ بھی ناخوش ہوا اور دلی بھی  
پچھردہ سر کوئی ہوئی پاؤش سے  
غل جبا یا ماں نے ہے ہر میرا  
دوڑیو لو ناچساری دوڑیو  
شور مردوں نے کیا مت ماریو  
نذر مارا اور زرد حق نے بہت  
جب بنن ٹیپے کی گردان ہو چکی  
دشکاری سے جو بھیجا کھل گیا

ہر کہ بافولاد باز و چخبہ کرد  
ساعید سیمین خود را رنجبہ کرد

## ظرافت الدولہ بہادر کا نصیحت نامہ

کہ یہ ہیں یکہ تازہ مرد و سپہ سالار  
کہاں شیر نیشانی کجا غول سیا بانی  
غلط ہے مصرع اولیٰ تو ناقص مصرع ثانی  
نہ کہتے ہیں ناداں نہ کہ کو از راہ نادانی  
چکھے چکھے کو کہنا یہ کہاں کی جو خندانی  
کبھی کہتے ہیں سچ ہو وہ پرستی تخیل گانی  
ادھر سرور و خواہوں کی بہت دہری کی لعلانی  
سفاش کر رہی ہیں جان صاحب بکے دیوانی  
آہی اس موسم کی خاک ہو جائے مسلمان  
ادھر فروج حق پر پرگئی ہے اک پریشانی  
چیت کھائی تو اب سر نہ لگی کوئل کی مہانی  
بے سب اعتراض اسکے ہیں گویا خطیانی  
بدلتے جاتے ہیں یادش بخیر امر ہنسیانی  
چراکارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

شرارت کی غبی نے یہ نہ سمجھا وائے نادانی  
حسن کے سامنے روشن نہ ہو گا نام و نیل  
سناؤں کیا کہ ساری شغوی اغلاط سیر ہے  
حقل باندھا کہیں سے حمل کو بھر اگلے دیش کر  
نہیں ہے سانس آگہم کی یہ کیوں ملک کی دلی  
کبھی بینائی کے چہرے پہ جاتی جو نظر ان کی  
غرض اس طرح کے الفاظ مہل اس میں نہ دوش  
کبھی آتش کے خط آتے ہیں جنت کو دانی کے  
کبھی عبادی حکیم کوستی ہیں ماتھے پھیلا کر  
بن نہیچے کہ مند و ستاں بلرزو کا کیا صہل  
کلفح انداز کو پاؤں لمباتی ہے پھر سے  
جواب آخر ملا تکی تہ کی تو نکل بھاگے  
سمجھ میں کچھ نہ کچھ آہنے لگا ہر فطر و جنت  
اگر پہلے سمجھ جاتے تو کیوں وقت نہیں ہوتی

پس از سی سال این محقق شد بجا قافی  
کہ بورانی ست باد بخان و باد بخان ست بودانی

## ضرب المنکیرین

کہا میں نے اک دھڑکتا ایک بار  
کہ میں آپ تو شاعر ہی نہ قادر

|                                                                                                                                                                                                                                                       |                                                                                                                                                                                                                                                 |
|-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|
| دیکھانی ہیں کیا غلطیاں آپ نے<br>کئے ہیں وہ کچھ اعتراض کہنے<br>جو منصف میں وہ معترف ہو گئی ہیں<br>جو نا فہم ہیں غائب کھاتے ہیں وہ<br>جبرامانے میں عیبت آپ کیوں؟<br>مہذب سمجھتے نہیں ان کو کچھ<br>کہا تم نہیں جانتے ہو اسے<br>مجھے غصہ آتا ہے جس شعر پر | مٹائی ہے کیا شبنوی کی ہمار<br>نکلے ہیں اس باغ سے چن کے خار<br>کہ اغلاط ہیں حمید و بشیر<br>بھروسے بہت ان کے دل میں غبار<br>نہیں آگئی بک بک کا کچھ اعتبار<br>بجایا کریں جھوٹی پرستار<br>کسی کا نہیں دل پر ہے اختیار<br>وہ اس شعر سے ہوتا ہے آشکار |
|-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|

اگر بادر جنگ جوید کے  
پرے گماں خشم گیر دے

نچہ نچہ نچہ نچہ نچہ

## ظرافت الدولہ ہشا کے نوٹ

|                                                               |                                                               |
|---------------------------------------------------------------|---------------------------------------------------------------|
| آؤں شش زنی کے جب پرچے<br>جبرامانے کوئی جاہل تو مانے           | توڑ سے حاسب بد میں نہ رشکا<br>نشل ہے چور کی ڈاڑھی میں نکا     |
| ہوئی یاروں کی جب بہت خوب<br>اب چپکے لگا ہے اک اتھن            | بھائی بستہ ان کے ساتھ مل بیٹھے<br>دیکھیں یہ ادنٹ کون کل بیٹھے |
| کسی سے بے سبب کچھ نکلیاں کہیں<br>چپتہ وہ دی کہ بیجا نہ کو آیا | ہرے تھے بے پلے تم کیسے بہت<br>گلخ انداز را پاؤں سنگ آ         |
| نخبرے سی کی نکستہ سنجی<br>جو نہ چڑھ سکے نہ کی کھا             | حساو کے دل میں میشر ہے<br>خربڑے کا ہر طرح ضرر ہے              |



جو فردے موت میں اور کیا ہے  
زیبا نہیں اس کو یہ شتر غزل ہے

ہوتا ہے وہ اخبارِ مقابل کس سے  
اب چوچِ ذرا بند کرے یہ اپنی

جو مقابل اس نے ہر کا خوب ٹھونکا جاہنگا  
ہم سہری کی ایسے غیر نے تو نہ کی کھا کھا

کچھ طرافت میں کسی سے کم نہیں شترِ ظریف  
ہر ورقِ اخبار کا گو یا کہ اک آئینہ ہے

آپ کو حسنِ رستی سے تعلق کیسا  
کہ حیدر خانِ گلشن کا سچہ وہ ڈیرا  
نیکو نہ سے ظلم و ستم ماہِ رخس کا شیرو  
آپ جو فعل کریں ہوتا ہے اس کو صدا  
ٹھٹھیں لگتے ہی وہ ہوجاتا ہے جو راجہ  
ورنہ بے وال کا بدم ہے بگڑ جائے گا  
اس گدھے کے لئے دیکھا رہے باہی شکا  
پر کر دل کیا کہ نہیں دل پہ ہے قابو اپنا  
ہر یہ بہن اپنے بچپن و راجہ است خیا

میں نے اک دستِ پاکِ روزِ بخت سے کہا  
آپ محمودِ الفت میں غربت رہتے ہیں  
احترام آپ کو لازم ہے ان اجاوت  
ہے رقیب آپ کا اک جاہل ناواں بیشک  
خجرت آپ کی دھچکا سے دیدتی ہے  
رہم نہ رہا ہے اب حاجی جنہوں پر آپ  
خرید کا گوری سے آیا ہے بے کا بجھو  
بہن کے فرمایا کہ سچ کہتے ہر حق شفق من  
دلربا یا نہ اولوں پہ مراد دل ہے نشا

## قطعِ قاطع

گو یا ہے عیشِ باغ میں بند رہا ہوا  
مالِ حرامِ گویا ہے نہ تک بھڑا ہوا  
سب کو ہوا یقین کہ گدھے ہے مرا ہوا  
بکھیر دے فریم کا چڑا دھرا ہوا  
ٹیپو ہے آج رات سے بھوکا پڑا ہوا  
سبوتا ہوا ہر ایک دہیں اٹھ ٹکھڑا ہوا

دفتر میں اس طرح یہ گدھے دھرا ہوا  
کیوں نہ سے ہوتا نہیں شخصِ بھڑا ہوا  
اک روزِ دورِ نا تھا پڑا اپنی بیچ پر  
بولا پریمین گلو کہ ایک شخص  
اس نے کہا فریم نہیں ہے حضور یہ  
اتنے میں اس گدھے نے جوا گدھے کی لی

دیکھا ظریف کو تودہ اخبار دب گیا  
دل میں نخل کساں یہ چکنا کھڑا ہوا

## اور لیتے جاؤ

جب حل گر جائے گا تو سخت یہ شرمائے گی  
ساٹنے مردوں کے چپاری نہ ہرگز آئے گی  
دیکھ یہ اچھی نہیں ہے دلگی ہر ایک سے  
پیٹ رعبائے گاتج کو تو بہت پچتائے گی  
چھوڑ دینے کا حقہ بدکا سا اگر مٹ خراف  
مذوں تک کھو پڑی چہرہ تری بھنائے گی

## شاگرد استاد کے ناز و نیاز

استاد مجھے ملا نصائی  
دیتا پھروں کب تلک نہائی  
کچھ مجھ کو نہ شاعری سکھائی  
کہتے ہیں یہ نظم سمجھ نہ پائی  
ہاتھوں سے خدائے بنائی  
اب تک تو نہ آنا تھی نہ آئی  
تم نے زہ بھی نہ خود بنائی  
بعد اس کے صبا کچھ بنائی  
پھر بے کے وہ اولتی میں آئی  
کیا خوب یہ شندی بنائی  
کی آپ نے خوب یہ بھلائی

آتش سے کہا کسی نے ہلکا  
آتا نہیں جسم تم کو مجھ پر  
شاعر مرغل نہیں بنائے  
کہتا ہوں جو شعر سننے میں بے  
صورت مری کم نہیں کسی سے  
گرو دیکھی وہ چیز ہے کہ محسوس  
اک مثنوی میں نے نظم کی ہے  
پہلے اُسے رند نے بنایا  
چھتر میں اُسے گھڑس دیا پھر  
پھر کاٹ دیا اُسے بہت کچھ  
باز آیا میں ان عنایتوں سے

اصلاح حضور نے جو دی ہے  
اچھا مجھے پھیر دیو نی تم  
بلبل ہوں میں گلشن سخن کا  
گوشتندی میں برائیاں ہیں  
مشہد کیجئے کی ہو رہی ہے تفریق  
صورت مری جو دیکھتا ہے  
ہمتش نے کہاں تلم دکھا کر  
گر ہر سر و چشم من نشینی

مجھ کو وہ پسند کچھ نہ آئی  
میں آپ ہوں شاعر ہوائی  
منقار ہزار کی ہے پائی  
صورت میں تو کچھ نہیں جرائی  
صادق ہے یہ بات تجھ پہ آئی  
دیتے نہیں غیب اُسے سوچنا  
ناخوش زمین اے حسین جرائی  
اے چشم و چراغ آشنائی

با اینہم کبر و غلش مینی  
نازت بمشتم کہ ناز مینی

نچہ نچہ نچہ نچہ نچہ

## قطعہ عیاریہ

عید کے دن زراہ مکاری  
آج کے دن کی ہے خوشی سب کو  
ہشٹاؤں سے اپنے ملتی ہیں  
اب نہیں میرے پوچھنے والے  
ہاں بڑا پے میں کون پوچھیکا  
مر گئے آہ میرے عاشق سب  
سلامت رہو ہزار برس  
آج کے دن ظریف خاں سی کمر  
صاف کر دیں وہ کوٹھڑی دلا

بولی آیا کہ میں ترے واری  
کوئی نائن ہو یا کہ بھٹیاری  
ماہ و شش ماہان بازاری  
دروکس سے کہوں میں دکھیا کر  
ساری دنیا کو تو ہے بیزاری  
اب کرے کون میری غمخواری  
ملتی ہوں بگر یہ وزاری  
لے کے آئیں ضرور بچکاری  
سنی ہوں آ رہی ہے بیماری

دوستان را کجا کنی محروم  
تو کہ باوہمنان نظر واری

چہ چہ چہ چہ چہ چہ چہ

# طاعونی چو ہے

توپ اور بندوق اپنے ساتھ لاتے ہیں چو ہے  
 صاحب خانہ کو بھی گھرتے لگاتے ہیں چو ہے  
 جانتے ہیں یہ کہ ہم طاعون کے مختار ہیں  
 اس لئے ہر ایک کو آنکھیں دکھاتے ہیں چو ہے  
 وہ بہادر شیر کو جو رنگ کر دیتے تھے جو  
 جائے عبرت ہے کہ اب انکو ڈراتے ہیں چو ہے  
 شیر سے کچھ کم نہیں ہوتا ہے ان کا رعب و اب  
 سامنے پھولے ہوئے جس وقت آتے ہیں چو ہے  
 ہے یقین رستم بھی اپنی جان لیکر بھاگ جائے  
 جب سئے طاعون اپنے ساتھ لاتے ہیں چو ہے  
 چار آنکھیں کیا ہوئیں گو یا تیاست آگنی !  
 موت کا پیغام اپنے ساتھ لاتے ہیں چو ہے  
 کوئی اپنا دھنل دے اتنی کہاں اسکی مجال  
 جس جگہ پر چاہتے ہیں گھر بناتے ہیں چو ہے  
 بگمافی سے کسی کی آنکھ جھپکے کس طرح  
 سینہ سخت خانہ میں شب کو لگاتے ہیں چو ہے  
 وقت آخر بھاگ جاتے ہیں غریزہ و اقربا  
 نزع میں بہر عیادت روز آتے ای چو ہے  
 جھجھکے جھجھکے چھپ چھپ چھپ

تمت



